قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو

یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزون ہے اس کتاب میں حضرت اقدسؑ نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیے ہیں۔ (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں۔ (۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عالم برزخ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔ تقریباً ۲۰۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۸ر اس کتاب کا انگریزی ترجمہ

پارہ عم مترجم

چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نماز میں پڑھتے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لینے اور مطلب سمجھنے سے دل میں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا اور اسی لیئے نمازی وعدہ الٰہی کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کے نتیجے نہیں پاتا۔ اس لیئے ہر ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ کم سے کم آخری پارہ کو با ترجمہ پڑھ لے اور حفظ کرے۔ اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کروائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم موٹے کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ صرف ۳ر

قصائد احمدیہ من الامام حجۃ الاسلام

حضرت اقدسؑ کی اردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو چکی ہیں مگر اب تک آپ کے عربی قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد بھی جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیئے گئے ہیں۔ یہ قصائد نہ صرف معارف و اسرار سے لبریز ہیں بلکہ عربی سیکھنے کا بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں۔ یہ کتاب ۱۵۸ صفحہ پر ختم ہوتی ہے۔ قیمت صرف ۶ر ؀

اِن ہر سہ کے لیئے درخواستیں دفتر میگزین قادیان میں آنی چاہئیں ؀

رسالہ اسلام بزبان انگریزی

مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز اس رسالہ میں اصول اسلام کو نہایت احسن پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اسکی خوبی اور تعریف کیلیے صرف مولوی صاحب کا نام ہی کافی دلیل ہے۔ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت ۱ر محصولڈاک ۱ر

درخواستیں بنام منیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کونسا مذہب متضاد خیالات کا جامع ہے اسلام یا مسیحیت؟

ناظرین کو معلوم ہے کہ یہ رسالہ ایک پودا ہے جس کو حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ سے لگایا اور کئی مرتبہ اپنی قلم سے اسکی آبپاشی فرمائی۔ اب ہمارے لیئے اور ہمارے ناظرین کے لیئے نہایت خوشی کا مقام ہے کہ آپ کے صاحبزادہ حضرت مرزا حاجی بشیر الدین محمود احمد سلمہ اللہ و ایدہ نے بھی اپنے مقدس باپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سُنّت پر عمل کرکے اس رسالہ کے لیئے ایک مضمون لکھا ہے جس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ناظرین اسکو پڑھیں اور اس سے حظ اُٹھائیں اور اس نوجوان کے لیئے دعا کریں کہ خدائے تعالیٰ اس کو باقبال اور باکمال اور اسکے وجود کو دنیا کے لیئے ہادی اور نمونہ بنائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

مسیحی پادریوں کا اپنے مقصدوں کو مسلمانوں سے مخفی رکھنا

مسلم ورلڈ کے جنوری کے نمبر میں ایک مضمون اس عنوان کے نیچے شائع ہوا ہے کہ "مسلمانوں کے درمیان رہنے سے ایک پادری پر کیا کیا اثر ہوتے ہیں" اور اس میں مضمون نگار ڈبلیو اے شیڈ نے بڑے زور سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مسلمانوں کے علاقوں میں رہنے کی وجہ سے چند خطرناک بدنتائج سے متاثر ہوئے بغیر پادری نہیں رہ سکتے اسلیئے انکے دُور کرنے کی تدابیر استعمال میں لانی چاہیئیں۔ ہمیں اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ پادری کن کن گناہوں میں مبتلاء ہیں اور کس قسم کے گندے اور ناقابل بیان طریقوں سے مسیحیت کے پھیلانے میں کوشاں ہیں کیونکہ یہ انکا ذاتی معاملہ ہے اور اس سے ہمیں کچھ تعلق نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ پادری ڈبلیو اے شیڈ

نے اپنے گندوں اور عیبوں کو ناکردہ گنہ مسلمانوں پر تھوپنا چاہا ہے اور کوشش کی ہے کہ جو عیب اسوقت پادریوں میں پائے جاتے ہیں یا کم سے کم اسوقت تک جو طشت از بام ہوئے ہیں انہیں پادریوں کے سر سے اُٹھا کر غریب مسلمانوں کے سر تھوپ دے ؎

اشاعت مسیحیت کیلئے ناجائز ذرائع کا استعمال

بات یہ ہے کہ ایک مدت تک یورپ مسیحی مشنوں کی کارروائیوں سے جو وہ مشرقی ممالک میں کر رہے تھے بے خبر تھا اور ان کی رپورٹوں پر اعتماد کر لیتا تھا کہ جس طرح وہ تحریر کرتے ہیں اسی طرح ایشیا میں مسیحیت کو کامیابی ہو رہی ہے اور خدا کا کلام سُنکر لوگ جوق در جوق مسیحیت میں داخل ہو رہے ہیں۔ لیکن اسے کچھ خیال نہ تھا کہ اول تو مسیحیت کو ایشیا میں کچھ کامیابی نہیں ہوئی اور جتنی ہوئی ہے وہ انجیل کی سچائی ثابت کرنے سے نہیں بلکہ مختلف ناجائز وسائل کے ذریعہ سے ہوئی ہے کہیں روپیہ کے زور سے کہیں تعلیم کے لالچ سے کہیں خوبصورت عورتوں کے ذریعہ سے کہیں زبردستی سے اور کہیں نادان اور جاہل لوگوں کو یہ بتانے سے کہ حقیقت میں ان کے فرسودہ اور فراموش شدہ مذاہب مسیحیت ہی کی شاخیں ہیں چنانچہ بعض جگہ ہندوستان کی سب سے رذیل جماعت خاکروباں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انکا اوتار لال بیگ بھی مسیح ہی کا ایک اوتار تھا۔ کہیں ہندوؤں کو بہلانے کیلئے یہ تدبیر اختیار کی گئی ہے کہ انکے ہاں جو برہما۔ شو اور وشنو تین بڑے دیوتا ہیں تو یہ اصل میں باپ بیٹا روح القدس کے دوسرے نام ہیں۔ مگر جب رفتہ رفتہ یورپ کی آنکھوں سے یہ پٹی اُتری تو مشرقی مشنوں نے اس خوف سے کہ انکی کروڑوں روپیہ سالانہ کی امداد بند ہی نہ ہو جائے یہ رویہ اختیار کیا کہ ایک حد تک اپنی اِن کارروائیوں کا اقرار تو کیا لیکن یہ عذر لنگ تیار کیا کہ یہ عیب ہم میں ان ممالک میں رہنے کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں اور چونکہ رات دن یہاں کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اسلئے ان سے اسقدر متاثر ہونا کچھ بعید امر نہیں۔ چنانچہ جہانتک میں خیال کرتا ہوں اسی قسم کی ایک کوشش ہے جو اس مضمون میں کیگئی ہے اور اسکی غرض سوائے اسکے کچھ نہیں کہ یورپ کی ناامیدی کے غضب کی آگ کو کسی طرح ٹھنڈا کیا جائے ؎

مسلم ورلڈ کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ اسلام ایک جامع الاضداد مذہب ہے اور اسکے بانی کے

آنحضرت صلعم پر ایک مسیحی کا حملہ

سوانح کی پیچیدگی نتیجہ ہے ان متضاد قویٰ کا جو اسکے اخلاق کا حصہ ہیں (نعوذ باللہ) مذہبی جوش کے ساتھ سیاسی انگیس تقویٰ کے جوش کے ساتھ اپنے مطالب کے پورا کرنے میں خلاف اخلاق ذرائعہ کا استعمال۔ بدی سے تنفر اور پھر ذاتی تعیش آپ ان باتوں کے (نعوذ باللہ) جامع تھے۔ متضاد قویٰ ہر آدمی کی زندگی میں پائے جاتے ہیں سوائے ایک (مسیح) کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم و قبح اللہ وجہ مخالفیہ) کی زندگی میں ان قویٰ کا اظہار دائمی جنگ نہیں بلکہ صلح کے رنگ میں ہوا ہے۔ (علی القائل ما علیہ)

مسیحیوں کا اپنی ناجائز کارروائیوں سے متعلق اقرار

اس بات سے نامہ نگار یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ چونکہ مسلمان ایسے پیشوا کے پیرو ہیں اسلیئے لازماً ان میں بھی اس قسم کے عیوب پائے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ پادری جو اُن میں رہتے ہیں سچائی کے طریقوں کو چھوڑ کر بعض دفعہ مکر و فریب سے مسیحیت کی اشاعت کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ تبلیغ کا جوش انکے دلوں سے جاتا رہتا ہے کیونکہ وہ مصالحت اضداد کے عادی ہو جاتے ہیں اِن اعتراضات کا جواب دینے سے پہلے میں اسقدر کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو عیوب نامہ نگار نے ہماری طرف منسوب کیئے ہیں وہ تو ابھی زیر بحث ہیں اور ہم انکے ماننے کے لیئے تیار نہیں لیکن کم سے کم ہمیں انکے مضمون کے پڑھنے سے اتنی خوشی ضرور ہوئی ہے کہ آخر کار کچھ نہ کچھ لوگ مسیحیوں میں ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو گو دلیری کے ساتھ نہیں لیکن دبے مُنہ سے پادریوں کی ان تلبیسانہ کارروائیوں کے اقرار کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ جن سے وہ مشرقی ممالک میں تبلیغ مسیحیت میں مدد لیتے ہیں۔ اور اسکے لیئے میں مسٹر ڈبلیو اے شیڈ کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آیندہ وہ بغیر مسلمانوں پر الزام دیئے اس قسم کے اقرار کرنیکی اخلاقی جرأت اپنے اندر پیدا کرینگے۔ اِس کے بعد میں اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ نامہ نگار مسلم للہ نے رسول اللہ صلعم پر یہ الزامات لگا کر اس بات کا کافی ثبوت دیدیا ہے کہ وہ کن اخلاق کا آدمی ہے ایک ایسے انسان پر جو تیس کروڑ سے زائد انسانوں کا پیشوا اور سردار ہے جو اسکے نام پر جان دینے کے لیئے تیار ہیں ایسی دریدہ دلیری سے الزام لگانا اور الزام بھی وہ جو نہایت رذیل اخلاق کی قسم سے ہوں اور پھر ان کا کوئی ثبوت نہ دینا یہ مسٹر شیڈ

ہی کا کام تھا اور اب اگر مسلمان خود انہیں انکی آنکھ کے شہتیر کی طرف متوجہ کریں تو انہیں
کوئی شکایت کی وجہ نہیں ہونی چاہیئے - ان بے ثبوت دعاوی میں سے پہلا دعوی یہ ہے
کہ رسول اللہ صلعم نعوذ باللہ ایک طرف تو مذہبی جوش رکھتے تھے اور دوسری طرف انکا دل
سیاسی امنگوں سے پر تھا - اور یہ دونوں متضاد جوش انکے اندر کام کر رہے تھے -

فتوحات اور حکومت نبوت کے منافی نہیں

اگر نامہ نگار کی سیاسی امنگوں سے یہ مراد ہے کہ آپنے مختلف شہروں اور علاقوں کو
فتح کیا اور تمام عرب کی اقوام کو اپنی اطاعت کے جھنڈے تلے لائے تو میں نہیں سمجھتا کہ
اس میں اعتراض کی کونسی وجہ ہے اور کیوں مذہبی جوش اس بات کا مقتضی ہے کہ
فتوحات ملکی کو چھوڑ دیا جائے - دنیا کو گمراہی اور فساد میں دیکھکر اور طرح طرح کی بدکاریوں
میں مبتلا پاکر اگر ایک نیک دل اور پاک انسان انکے عیوب کو دور کرنیکے لیئے اور انکے
انتظام حکومت کو درست کرنیکے لیئے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے تو اس میں کونسی
بات ہے جو مذہبی جوش کے برخلاف ہے - اگر حکومت اور سلطنت ایک مذہبی آدمی کے
لیئے مناسب نہیں ہے اور اسکی لائن سے علیحدہ ہے تو موسیٰ سے شام کا خدا نے کیوں
وعدہ کیا اور کیوں یہ بتایا کہ جبتک بنی اسرائیل میرے احکام پر چلتے رہیں گے انہیں
ان ممالک کی حکومت دیجائے گی اور کیوں حضرت داؤد جو مسیحیوں کے مورث اعلیٰ
ہیں سالہا سال تک یہوواہ کے فرمان کے ماتحت بنی اسرائیل پر حکومت کرتے رہے
اور پھر بنی اسرائیل کی حکومت جانے پر کیوں یرمیاہ اور دانیال اور حزقیل وغیرہم
انبیاء بنی اسرائیل رات دن بدرگاہ قادر مطلق اس حکومت کی واپسی کے لیئے دعائیں
کرتے رہے اور اگر حکومت کا اپنے ہاتھ میں لانا بشرطیکہ اشاعت نیکی مقصود ہو مذہبی
جوش یا نبوت کے منافی نہیں اور یہ دونوں باتیں متضاد نہیں تو ہمارے آنحضرتؐ
پر کیا الزام ہے -

نبی کریمؐ کی فتوحات
حفاظت ۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلعم کے ہاتھ میں حکومت اس لیئے نہیں آئی
کہ آپنے اسکی خواہش کی اور اسکے حصول کے لیئے کوششیں کیں بلکہ بمجبوری آپ کو ایسا کرنا
پڑا جب تیرہ سال تک اہل مکہ کے مظالم برداشت کرتے کرتے مسلمان تنگ آگئے

اور حکم الٰہی کے ماتحت آپ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی اور پھر بھی اہل مکّہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور وہاں بھی حملے کرنے شروع کیئے تو مدافعانہ طور سے خود حفاظتی کے لیئے آپ نے اُن کا مقابلہ کیا اور ان مقابلوں میں خدائے تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی اور دشمنوں کو شکست ہوئی اور انہوں نے یکے بعد دیگرے اپنے علاقے آپکے ہاتھ میں چھوڑنے شروع کیئے تو کیا آپ اُن مفتوحہ علاقوں کو بھی کفار مکّہ کے سپرد کر دیتے یا یہودیوں کے یا قیصر و کسریٰ کے حوالہ کر دیتے ایسے انسان کی نسبت جس نے سالہا سال تک مظالم اعدا برداشت کیئے ہوں اور اُف نہ کی ہو اور آخر تنگ آکر خود حفاظتی کے لیئے تلوار اُٹھائی ہو یہ کہنا کہ اس کا دل سیاسی امنگوں سے پُر تھا اور یہ اُس کے مذہبی جوش کے منافی تھا کیسے ظلم کی بات ہے۔

کیا تلوار اُٹھانا سیاسی امنگوں کی خاطر تھا

اگر آپنے سیاسی امنگوں کی خاطر یہ سب کارروائیاں کی تھیں اور نعوذ باللہ آپ کا دل حصول جاہ و جلال کا خواہشمند تھا تو کس لیئے ان ترقیوں اور فتوحات سے اپنے لیئے کیا لیا۔ کیا کوئی جابرانہ حکومت قائم کی یا شہنشاہی کا لقب قبول کیا۔ اپنے لیئے دولت و مال جمع کر لیا یا آرام و آسائش کی زندگی کے سامان جمع کیئے اپنے رہنے کے لیئے عظیم الشان محل تیار کیئے؟ اپنے رشتہ داروں کے لیئے لاکھوں روپیہ کی جائدادیں وقف کر دیں؟ یا اپنے خاندان میں حکومت قائم کی آخر کونسا فائدہ تھا جو آپنے ان فتوحات یا ترقیات سے اُٹھایا سوائے اسکے کہ دشمن کے ظلم سے تنگ آکر تلوار اُٹھائی اور جب اُسے مغلوب کر لیا تو ہر قسم کی مراعات و رحم سے اس کے ساتھ سلوک کیا۔ اور باوجود ان ترقیوں اور جاہ و جلال کے اپنا یہ حال تھا کہ بے بستر کے زمین پر لیٹتے تھے اور بعض دفعہ گھر میں کھانے کو روٹی تک نہ ہوتی تھی۔ اور بعض دفعہ صرف جَو کی روٹی پر کفایت کرتے تھے گھر کے کام خود کر لیا کرتے تھے اور کچھ عار نہ تھا نہ کوئی باڈیگارڈ تھا اور نہ نوکر و چاکر نہ چوکی نہ پہرہ۔

اگر سیاسی اُمنگیں آپکے دل میں ہوتیں تو جسوقت اہل مکّہ نے ملکر آپ کے سامنے یہ بات پیش کی تھی کہ ہم آپ کی ہر خواہش کو منظور کرنے کے لیئے تیار ہیں

یہانتک کہ اپنا سردار اور بادشاہ بنانے سے بھی انکار نہیں تو آپ فوراً انکی درخواست منظور کر لیتے لیکن شاید مسٹر شیڈ کو معلوم نہیں کہ اسوقت آپنے کیا جواب دیا آپنے یہی جواب دیا کہ اگر سورج کو میرے دائیں اور چاند کو بائیں لاکھڑا کر دو تو بھی میں شرک کی مخالفت سے باز نہیں آسکتا میں تمھاری ان لالچوں کی کیا پرواکرتا ہوں - (دیکھو سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۵۶ برحاشیہ زاد المعاد)

پھر جب قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ کے ایک سردار* نے آپ سے عرض کی کہ ہماری سب قوم آپکے ساتھ ہونیکو تیار ہے صرف آپ اتنا وعدہ کریں کہ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنادیں تو آپنے کیا جواب دیا اسکی درخواست کو قطعاً نامنظور کر دیا اور قطعاً ایک لمحہ کے لیئے بھی اسکی طرف توجہ نہ کی اگر سیاسی امنگیں آپکے اندر کام کر رہی ہوتیں تو اس سے بہتر اور کیا موقعہ ہوسکتا تھا اس تجویز میں تو اپنے مذہب کے خلاف بھی کوئی بات نہیں ماننی پڑتی تھی بلکہ نہایت آسانی سے عرب پر حکومت کا ایک راہ نکل آتا تھا لیکن کیا آپنے اس لیئے انکار کر دیا کہ آپ اپنی اولاد کے لیئے حکومت کو رکھنا چاہتے تھے آپکے عمل نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ باعث نہیں تھا کیونکہ آپنے اپنا خلیفہ بنو ہاشم میں سے نہیں مقرر کیا - (دیکھو سیرۃ ابن ھشام صفحہ ۲۳۲ برحاشیہ زاد المعاد)

یسوع مسیح سیاسی امنگیں رکھتا تھا

مگر میں مسیح کو دیکھتا ہوں تو اس میں یہ دونوں باتیں جمع ہیں وہ کہتا ہے کہ "اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے گذر جانا اُس سے آسان ہے کہ کوئی دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (لوقا باب ۱۸ ورس ۲۵) - لیکن اس بات کا اقرار کرتے ہوئے کہ دولت انسان کے دین کے لیئے مضر ہے اور اس سے وہ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا - پھر وہ کہتا ہے "اب جسکے پاس بٹوا ہو لیوے اور اسی طرح جھولی بھی اور جس پاس نہیں اپنے کپڑے بیچ کے تلوار خریدے" (لوقا باب ۲۲ ورس ۳۶) اور ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ "پلاطس نے اُس سے پوچھا کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے اُس نے جواب دیا کہ تُو سچ کہتا ہے" (مرقس باب ۱۵ ورس ۲) پھر یہی نہیں بلکہ یوحنا باب ۲۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بادشاہت کے خلیفہ بھی مقرر کر چکا تھا اور بنی اسرائیل کی بارہ قوموں پر حکومت کرنیکے لیئے اس نے بارہ حواریوں کو بادشاہ مقرر کیا تھا - یسوع کا ایک طرف تو دنیا سے اسقدر اظہار نفرت دوسری طرف "تلواروں کے خریدنے کا حکم دینا آسمانی بادشاہت کی تلقین بنی اسرائیل کی بادشاہت کا دعویٰ - داؤد کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا - کیا یہ باتیں ثابت

* اس کا نام بحیرۃ ابن فراس تھا -

نہیں کرتیں کہ وہ مسٹر شیڈ ہی کی دلیل کے رُو سے متضاد قوٰی کا جامع تھا۔ اور گو ایک طرف مذہبی تلقین میں مشغول تھا لیکن دوسری طرف یہودیوں کو حکومت کا جُوا اُتار کر پھینکدینے کی تعلیم دیتا تھا۔ یسوع نے گو بعد گرفتاری کہا ہے کہ اگر میری مراد بادشاہت سے دنیاوی بادشاہت ہوتی تو میرے نوکر میرے گرفتار کرنیوالوں کا مقابلہ کیوں نہ کرتے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اول تو بارہ آدمی ایک جم غفیر کا مقابلہ ہی کیا کر سکتے تھے اور پھر یہ دعویٰ ہی غلط ہے پطرس نے ایک آدمی کے کان پر تلوار مار کر اسکا کان کاٹدیا۔

دوسری بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چال چلن میں نامہ نگار مسلم ورلڈ کو عجیب نظر آئی ہے یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ میں تقویٰ کا خیال تھا لیکن ساتھ ہی اپنے مطالب کے حصول میں ناجائز وسائل کی پروا نہ کرتے تھے لیکن آجتک کوئی تاریخ ایسی نہیں ہے کہ جو رسول کریم پر اس قسم کا الزام ثابت کر سکے۔ پہلے دو حوالہ ہی جو مَیں دے آیا ہوں اس بات کے ثابت کرنیکے لیئے کافی ہیں کہ آپ ناجائز وسائل سے کیسے محترز تھے۔ جسوقت عربوں نے آپسے شرک کی مخالفت ترک کرنیکی درخواست کی تھی اور آپ کو اپنا بادشاہ بنا لینے کی لالچ دی تھی کیا اسوقت ممکن نہ تھا کہ آپ عارضی طور سے انکی بات مان لیتے اور رفتہ رفتہ انپر اپنا رعب بٹھا کر جو چاہتے منوا لیتے یا جب سردار قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ نے آپسے درخواست کی کہ وہ انکو اس شرط پر ماننے کے لیئے تیار ہیں کہ آپ اپنے بعد اسے خلیفہ بنائیں تو ہو سکتا تھا کہ آپ اُس کی بات کو قبول کر لیتے اور بعد میں جب دخل جم جاتا تو جو چاہتے کرتے لیکن یہ شرارت آمیز خیالات آپکے دل میں پیدا تک نہیں ہوئے ناجائز وسائل سے کام لینے والے آدمی ضرور پُر اسرار ہوتے ہیں لیکن آپ کوئی راز نہ رکھ سکتے تھے سب کارروائی کھلے بندوں ہوتی تھی۔ آپ کا سخت مخالف ابو سفیان خود ایک مسیحی بادشاہ کے سامنے کہتا ہے کہ آپ پر سوائے اس دعویٰ کے کبھی جھوٹ کی ...... تہمت نہیں لگی اور نہ آپنے کبھی عہد کے خلاف کیا اور حکومتوں میں سب سے زیادہ ناجائز وسائل جن سے وہ کام لیتی ہیں یہی ہوتے ہیں کہ جھوٹ بولا جائے اور عہدوں کی پابندی نہ کیجائے جس کا یورپ اسوقت کامل نمونہ ہے۔ پھر آپنے بڑے زور کے ساتھ عربوں میں دعویٰ کیا کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ

ناجائز وسائل استعمال کرنے کا الزام جھوٹا ہے۔

عمرًا میں تم میں اپنی زندگی گذار چکا ہوں میرے چال چلن پر کچھ اعتراض تو کرو مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اعتراض کر سکے۔

ہاں اگر آپ یہ بات یسوع کی بابت کہتے تو ہم کسیقدر ماننے کے لیئے تیار بھی ہو جاتے کیونکہ یسوع نے اپنے دعاوی کے منوانے کے لیئے عجیب عجیب طریقے اختیار کیئے جن میں سے مردوں کا زندہ کرنا۔ پانی کا شراب بنا دینا (یوحنا باب ۲ ورس ۱۰) بھوتوں کا نکالنا (مرقس باب ۱ ورس ۲۳-۲۷) اور اسی طرح بھوتوں کا سؤروں کے گلہ پر چھوڑ دینا (مرقس باب ۵ ورس ۱۳-۲ لوقا ۲۶-۳۷/۸ متی ۲۸-۳۲/۸) ایسی باتیں نہیں کہ جن سے یسوع ناواقف ہوں اور جو ایک شعبدہ باز کے شعبدہ سے زیادہ نہیں معلوم ہوتیں اور صرف اپنی تعلیم کے پھیلانے کے لیئے جہان کو دکھائی گئیں۔ ہمارے آنحضرت صلعم نے تو اپنے مقصد یعنی اشاعت توحید کے حصول کیلیئے جو طریق فیصلہ پیش کیا یعنی قرآن شریف وہ اب بھی موجود ہے اور اگر مسٹر شیڈ یا کسی اور پادری کو اس دعوےٰ کے پرکھنے کا خیال ہو تو ہم بڑی خوشی سے صرف قرآن شریف سے ہی دلائل دیکر اسلام کے دعاوی کو ثابت کر سکتے ہیں واللہ المستعان۔

تیسری بات مسٹر شیڈ نے یہ لکھی ہے کہ آپ بدیوں سے متنفر بھی تھے لیکن پھر نعوذ باللہ ذاتی تعیش میں مبتلا تھے۔ جس شخص نے پچیس سال تک شادی نہ کی ہو اور باوجود جوان و طاقتور ہونیکے اسپر اسکے سخت سے سخت مخالف کوئی الزام نہ لگا سکے ہوں۔ جس نے شادی کرنے پر ایک اپنی عمر سے بڑی بیوہ سے نکاح کیا ہو۔ لاکھوں روپیہ جس کے ہاتھ میں سے گذرا ہو لیکن اس نے باوجود حق کے اس روپے کے استعمال سے قطعی پرہیز کیا ہو ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک ہوتے ہوئے اسکے گھر میں ایک ملازم تک نہ ہو اسکی بیویاں خود ہی گھر کا کام کرتی ہوں۔ اور وہ بھی اس میں ہاتھ بٹاتا ہو جو کی روکھی روٹی اور صرف سکھائے ہوئے گوشت پر گذارہ کرتا ہو جسکے گھر میں کبھی تین دن متواتر آگ نہ جلی ہو۔ دنیا کے بادشاہ اس سے ڈرتے ہوں اور قوموں کا وہ فاتح ہو لیکن بجائے مخملی فرشوں نرم بستروں اور ایرانی قالینوں کے ننگے بورئے پر سوتا ہو

یسوع کے عجیب طریقے اپنے دعاوی کے منوانے کے لیئے

ذاتی تعیش کا جھوٹا الزام

دن کو لوگوں کی خدمت اور رات کو کھڑے کھڑے خدا کی عبادت میں گذارتا ہو گیا اس کی نسبت ذاتی تعیش کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔ اگر مسٹر سٹ بڈ میں ذرا بھی قوت انصاف ہوتی تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ پھر جب خواہش تعیش یا آرام طلبی آپ میں تھی ہی نہیں تو اضداد کیونکر جمع ہوئے۔

ذاتی تعیش کا الزام یسوع پر لگ سکتا ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یسوع کی زندگی کو اگر ہم دیکھیں تو اس میں اضداد بیشک مجتمع نظر آتے ہیں کیونکہ ایک طرف تو وہ قرار دیتا ہے کہ گنہ سے بچنے میں ہی نجات ہے اور بدیوں سے بچنے کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اور دنیا سے بے توجہی ظاہر کرتا ہے اور دوسری طرف ہم اُسے دیکھتے ہیں کہ خوب شرابیں اُڑاتا ہے۔ اکثر عورتوں کی صحبت میں رہتا ہے اور بازاری عورتوں کے ہاتھوں عطر اور تیل لگواتا ہے حالانکہ خود انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مے پینی نیکوں کا کام نہیں کیونکہ لکھا ہے " وہ (یوحنا) خدا کے حضور بزرگ ہوگا اور نہ مے اور نہ کوئی نشہ پیئے گا" (لوقا باب ۱ ورس ۱۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مے سے بچنا پرہیزگاری میں داخل ہے اور یسوع نے تو نہ صرف خود پی بلکہ اپنے ہاتھوں سے تیار کرکے اوروں کو بھی پلائی جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف اپنا مال ہی نہیں دوسروں کے مال کے کھانے سے بھی اس نے پرہیز نہیں کیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ " صبح کو جب وے بیت عنیا سے باہر آئے اسکو بھوک لگی۔ اور دُور سے انجیر کا ایک درخت پتوں سے لدا ہوا دیکھکے وہ گیا کہ شائد اس میں کچھ پائے۔ جب وہ اُس پاس آیا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا تب یسوع نے اس سے خطاب کرکے کہا کہ کوئی تجھ سے پھل کبھی نہ کھاوے اور اسکے شاگردوں نے یہ سُنا (مرقس باب ۱۱ ورس ۱۲-۱۴) اور نہ صرف بغیر اجازت مالک درخت یسوع نے پھل کھانے چاہے بلکہ جب اسے بے ثمر پایا تو اسپر لعنت کی جو اسکے حد سے بڑھے ہوئے غضب پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر بدی سے تنفر اور ذاتی تعیش کی دو متضاد صفات کسی میں جمع ہیں تو وہ یسوع ہے نہ کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

یسوع کس طرح سے خدا کا بیٹا بنا

پھر مسٹر شیڈ نے لکھا ہے کہ مسلمان ایک طرف تو مسیح کو مانتے ہیں اور دوسری طرف اُسے جو کچھ وہ ہے۔ نہیں مانتے اور انجیل کو مانتے ہوئے اسکے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور یہ دو متضاد باتیں ہیں جن پر وہ اعتقاد رکھتے ہیں لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئیے کہ مسلمان مسیح کو نبی مانتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ نبی تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ جو کچھ یسوعی صاحبان کہتے ہیں اسے بھی وہ مان لیں کسی شخص کے کسی درجہ پر یقین رکھنے سے یہ لازم کیونکر آتا ہے کہ اسکی نسبت جو کچھ دنیا نے کہا ہے اسے بھی مانیں اسوقت ہمارے پاس کوئی انجیل نہیں جسے مسیح کی انجیل کہا جا سکے کیونکہ موجودہ انجیلیں متی مرقس لوقا اور یوحنا کی بنائی ہوئی بیان کیجاتی ہیں لیکن پھر بھی ان اناجیل سے بھی اسکا خدا کا بیٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اپنے آپ کو ابن آدم کہکر پکارتا ہے اگر اسنے اپنے آپ کو ابن اللہ کہا ہے تو اس میں بھی اسکی کوئی خصوصیت نہیں خروج باب ۴ درس ۲۲ میں اسرائیل کو زبور ۸۹ باب درس ۲۶ و ۲۷ میں داؤد کو رومی باب ۸ درس ۱۴ میں سب بنی اسرائیل کو یسعیا باب ۳۰ درس ۱ میں سب بدکاروں کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے جیسے وہ لوگ خدا کے بیٹے تھے ویسے ہی مسیح بھی تھا۔ ہاں دوسری صدی مسیحی میں رومیوں کے میل جول سے متاثر ہوکر مسیحیوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا بنایا ہے اور انکے اقوال کے ماننے کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ باقی رہا توریت کا سوال۔ سو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اسے خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اسپر عمل بھی نہیں کرتے لیکن اس سے کوئی اختلاف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ہم مانتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے بنی اسرائیل کو شریعت ملی تھی لیکن ہمارے آنحضرت صلعم کے وقت آکر منسوخ کی گئی اور اب اسپر عمل کرنیکی کوئی حاجت نہیں اور اس عقیدہ میں کوئی متضاد بات نہیں ہے کیا دنیاوی گورنمنٹوں کے قوانین نہیں بدلتے اور کیا ایک قانون کے بدل جانے پر یہ کہا جاتا ہے کہ پہلا قانون گورنمنٹ کی طرف سے تھا ہی نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے گا تو جھوٹا ہوگا وہ قانون بھی گورنمنٹ کی طرف سے تھا لیکن بعد میں منسوخ ہوگیا یہی ہمارا

توریت پر عمل کرنا ضروری نہیں

توریت کے متعلق مسیحیوں کے متضاد عقائد

عقیدہ توریت کی نسبت ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے لیکن جس طرح اس نے اپنے سے پہلے صحیفوں کو منسوخ کر دیا اسی طرح قرآن شریف نے اسے منسوخ کر دیا۔ اب اس عقیدہ کو ماننے سے کونسی متضاد باتوں پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ ہاں اگر ہم مسیحیوں کی طرح توریت کو اب بھی درست اور قابل عمل سمجھیں اور پھر اس پر عمل نہ کریں تو شاید ہم پر الزام قائم ہو سکے لیکن موجودہ صورت میں مسلمانوں پر نہیں بلکہ خود اپنے ہم مذہبوں پر مسٹر شیڈ کو اعتراض کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ مسیح نے کہا ہے کہ "یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا میں منسوخ کرنیکو نہیں بلکہ پوری کرنیکو آیا ہوں۔۔۔۔۔ پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا" (متی باب ۵ ورس ۱۷ و ۲۰) لیکن کیا مسیحی اب توریت پر عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو اسپر عمل کرنیکی ہدایت کرتے ہیں مسیح کہتا ہے کہ توریت منسوخ نہیں ہوئی پھر مسیحیوں نے اس عقیدہ کے باوجود اسپر عمل کیوں چھوڑ رکھا ہے وہ تو کہتے ہیں کہ شریعت لعنت ہے۔ کیا یہ دو متضاد عقائد کا جمع کرنا نہیں ہے؟

مشرقی دماغ کے متعلق مسیحیوں کا شکوہ

نامہ نگار مسلم ورلڈ کو یہ بھی شکایت ہے کہ دلائل میں کمزوری اور غیر معتبر بیان مشرقی دماغ کا خاصہ ہے اور سطحی مشابہت اور خیال مشرقیوں کے نزدیک ثبوت اور شہادت کے قائم مقام ہیں اس شکایت میں ہم بھی نامہ نگار کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں کیونکہ اس نقص کی وجہ سے مسیحیوں کو بہت تکلیف پہنچی ہے اور بجائے اسکے کہ مسیحی ہم مشرقیوں سے اس نقص پر ہمدردی کریں انکا حق ہے کہ ان سے ہمدردی کیجائے کیونکہ انکا ابن اللہ مسیح اور اسکے حواری سب کے سب مشرقی تھے اور اس لیئے لازمی طور سے ان نقائص میں مبتلاء تھے جو نامہ نگار نے مشرقی دماغ کی طرف منسوب کیئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ مسیحیت اسوقت جاکر تیار ہوئی جبکہ رومی بت پرست اس مذہب میں داخل ہونے شروع ہوئے اور ان مغربی محققین نے جو ثبوت اور دلائل سے کام لینے والے تھے تمام ان ثابت شدہ افسانوں کو

جو بُت پرستوں میں رائج تھے نئے نام دیکر مسیحیت کے اصول میں داخل کیا۔ ورنہ مشرقی دماغ اس اعلیٰ درجہ کی پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی باتوں کو کہاں پیدا کرسکتا تھا جیسا کہ پول نیسٹ مدر زنائٹ ہتھراز بر کھڈے سیکرڈ مسلٹو تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کفارہ شریعت کا لعنت ہونا اور اسی قسم کے دیگر مسائل ہیں۔

دوسری رنجدہ بات جس کا اظہار کیئے بغیر پادری صاحب نہیں رہ سکے یہ ہے کہ پادریوں کو بہت دفعہ ایسے مسلمانوں سے مباحثہ کرنے کا موقعہ ملتا ہے جو نیکی پر کلام کرتے ہیں اور خود نیک نہیں ہوتے سچ پر بحث کرتے ہیں اور خود جھوٹ بولتے ہیں ظلم کو بُرا قرار دیتے ہیں اور خود ظالم ہیں رحم رحم پکارتے ہیں اور خود ان میں رحم نام کو نہیں ہے۔ ہر قوم میں بُرے بھلے لوگ ہوتے ہیں اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض پادریوں کو ایسے لوگوں سے پالا پڑا ہو لیکن وہ غالباً اُن پادری صاحبان سے ان معاملات میں بہتر ہونگے۔ پادری صاحب کو کچھ نظیریں مسلمانوں میں ایسی دیکھکر کچھ شکایت کی وجہ نہیں کیا ہوا اگر چند مسلمان ایسے ہوں۔ یورپ میں انہیں لاکھوں چھوڑ کر کروڑوں آدمی ایسے ملیں گے۔ اگر مسلمانوں میں کوئی ظالم بادشاہ ایسا بھی نظر آتا ہے تو اسوقت یورپ کے مدبرین صلح صلح کے نعرے مارتے ہوئے کروڑوں اربوں روپیہ اسلحہ جنگ پر خرچ کر رہے ہیں اور جنگ کی تیاریاں اسقدر بڑھ گئی ہیں کہ ملک کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ اسپر خرچ ہوتا ہے ذرہ اٹلی کے بادشاہ کو ہی دیکھو کہ مشرق میں تہذیب اور انصاف پھیلانے کے بہانے سے اس نے طرابلس میں کسطرح ہزاروں لاکھوں بے گناہ انسانوں کا خون کروا دیا جن میں صرف جنگی لوگ ہی نہ تھے بلکہ بے ضرر عورتیں اور بچے بھی تھے۔ اب بلغاریہ سرویہ مانٹینگرو اور یونان کے بادشاہوں اور مدبرین نے یوروپین طاقتوں کی شہ سے انصاف قائم کرنیکے بہانے اور رحم رحم پکارتے ہوئے مشرقی یورپ میں جو قتل و غارت سے کام لیا ہے اور جسطرح عورتوں اور بچوں کو قتل کیا اور جو ان عورتوں کی عصمت دری کی ہے وہ مسٹر سٹیڈ کے چُپ کرانیکے لیئے کافی سے زیادہ ہے اور کل یورپ اور امریکہ نے انکے اس قبا سوز فعل پر تعریف و آفرین کے نعروں سے اپنی رحم دلی کا جو اظہار کیا ہے وہ ہم پر مخفی نہیں کیا یہ لوگ وہی نہیں جو گرجوں اور عام جلسوں کی سٹیجوں پر سے

قول و فعل کا اختلاف مسیحیوں کا ایک خاصہ ہے

خدا محبت ہے کے نعرے مارتے ہوئے دنیا کے سامنے یہ تعلیم پیش کرتے ہیں کہ اگر کوئی تیرا کرتہ اتارے تو اسے اپنی چدر بھی دیدے اور تیرے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی پھیر دے کیا یورپ کے اہل السیاسہ حق گوئی اور دیانت داری کی تعریف کرتے ہوئے ڈپلومیسی کی آڑ میں سیاہ سے سیاہ جھوٹ بولنے کے عادی نہیں ہیں کیا یہ کل کی ہی بات نہیں کہ سفرائے دول نے ٹرکی کو یقین دلایا تھا کہ ہم بلقانی ریاستوں کو قطعاً جنگ نہ کرنے دینگے اور اسطرح انکی سپہ کو پراگندہ کروا دیا اور پھر جنگ شروع ہونے پر بولے تک نہیں اور کیا جنگ کے شروع ہونے پر ترکوں کی فتح کے خیال سے معاہدہ برلن کو یاد کرا کے نتیجہ انکے خلاف دیکھکر یورپ نے اس معاہدہ کی یاد فراموش نہیں کر دی پھر مسلمانوں میں ایسے آدمیوں کی نظیر جو منافقانہ کام کرتے ہیں تلاش کرنیکی کیا ضرورت پیش آئی تھی خود مسیحیوں میں کافی سے زیادہ مصالح انکے لئے موجود تھا۔

مسیحی اصول میں متضاد عقائد کا نظارہ

اسکے بعد مَیں مسٹر شیڈ کی توجہ اس طرف منعطف کرانی چاہتا ہوں کہ اسلام پر جو اعتراض انہوں نے کیئے ہیں انکی دلیل وہ کوئی نہیں دے سکا اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے رد کر آیا ہوں ہاں مسیحیت کے اصول قریباً سب کے سب کمپرومائزنگ اصل پر مبنی ہیں اور انہیں تعصب کے جوش میں مسلمانوں کی آنکھ میں تنکا پیدا کرنیکی فکر تو ہوئی لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آیا۔

(۱) مسیحیت کا سب سے پہلا اصل تین ایک اور ایک تین کا مسئلہ ہے یہ خود کمپرومائز کے طریق پر ہے چونکہ رومی لوگ تین خدا کے قائل تھے اور بنی اسرائیل ایک کے اسلئے جب رومیوں نے مسیحیت میں داخل ہونیکی آمادگی ظاہر کی تو انکی خاطر اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے مذکورہ بالا رنگ دیدیا اور اسطرح دونوں عقیدوں کو ملا دیا۔ لیکن کیا کوئی عقلمند انسان ان متضاد خیالات کو یکجا جمع کر سکتا ہے۔

(۲) مسیحیت کا دوسرا اصل جس میں متضاد خیالات جمع کیئے گئے ہیں یہ ہے کہ ایک طرف تو مسیح کو خدا کہا گیا ہے اور دوسری طرف اسے آدمی قرار دیا گیا ہے حالانکہ خالق و مخلوق ایک نہیں ہو سکتے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ مسیح خدا بھی ہو اور پھر مخلوق بھی۔

(۳) تیسرا اصل جس میں مسیحیت نے متضاد خیالات کو جمع کیا ہے یہ ہے کہ ایک

طرف تو انجیل میں لکھا ہے کہ شریعت کے چھوٹے سے چھوٹے حکم کا انکار خدا سے دُوری کا باعث ہے اور دوسری طرف شریعت کو لعنت قرار دیا گیا ہے۔

(۴) چوتھا اصل جس میں مسیحیت نے متضاد خیالات کو جمع کیا ہے یہ ہے کہ ایک طرف اعتقاد کیا جاتا ہے کہ خدا گناہ معاف نہیں کر سکتا اور اسی لیئے ضرورت پیش آئی کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو لوگوں کی خاطر سولی پر چڑھوایا اور دوسری طرف لکھا ہے کہ "اس لیئے کہ اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشو گے تو تمھارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمھیں بخشیگا" (متی باب ۶ ورس ۱۵) اب یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا گناہ بخش بھی نہیں سکتا اور پھر بخشتا بھی ہے اگر وہ گناہ بخش نہیں سکتا تو ہم کسی کے گناہ بخشیں یا نہ بخشیں وہ ہمارے گناہ نہیں بخش سکتا اور وہ گناہ بخشنے کی طاقت رکھتا ہے تو پھر کفارہ کی کچھ ضرورت نہیں۔

(۵) پانچواں اصل جس میں مسیحیت نے متضاد خیالات کو جمع کیا ہے یہ ہے کہ ایک طرف تو کفارہ کے مسئلہ سے یہ بتایا ہے کہ ہمارے سب گناہ مسیح نے اُٹھا لیئے دوسری طرف پھر اعمال پر زور دیا ہے جب ہمارے گناہ مسیح نے اُٹھا لیئے تو پھر ہم جو چاہیں کریں پھر ہمارے لیئے گناہ کرنا نہ کرنا ایک سا ہے لیکن نہیں ایک طرف تو مسیحیت کفارہ کے مسئلہ سے یہ ثابت کرتی ہے کہ سب مسیحیوں کے گناہ مسیح نے اُٹھا لیئے اور دوسری طرف پھر کچھ احکام انسان پر عائد کرتی ہے اور کئی قسم کے کاموں سے اسے روکتی ہے۔

(۶) چھٹا اصل جو مسیحیت پیش کرتی ہے یہ ہے کہ مسیح کو مصلوب ہو کر ملعون بھی قرار دیتی ہے اور پھر اسے خدا اور خدا کا پیارا بھی منواتی ہے۔ حالانکہ جو ملعون ہو کیونکر ممکن ہے کہ وہ خدا کا پیارا ہو لعنت یا کرس تو اظہار ناراضگی پر دلالت کرتا ہے پھر مسیح ملعون اور پیارا کیونکر ہو سکتا تھا اس میں بھی دو متضاد اصول کو جمع کیا گیا ہے

(۷) ساتواں اصل جس میں مسیحیت متضاد خیالات کو جمع کرتی ہے یہ ہے کہ مسیح کی نسبت لکھا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا تھا اور پھر لکھا ہے کہ وہ داؤد کا بھی بیٹا تھا ایک شخص دو کا بیٹا کس طرح ہو سکتا تھا یا تو مسیح خدا کا بیٹا تھا یا داؤد کا ایک وقت میں دو کا بیٹا کیونکر بن گیا۔ یہ وہ متضاد خیال ہیں کہ جو

اواگون اور مسئلہ کرم

رقم زدہ ڈاکٹر جے۔ ایم پیبلس ایم۔ ڈی *

اصل مضمون کو شروع کرنے سے قبل ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے ناظرین کا ڈاکٹر موصوف سے تھوڑا سا تعارف کرا دیں۔ گو ڈاکٹر صاحب کے بعض عجیب حالات کے متعلق ہم نے رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی بابت ماہ مارچ ۱۹۱۲ء میں ایک مختصر سا نوٹ لکھا تھا تاہم ناظرین کی آگاہی کے لیئے لکھا جاتا ہے کہ ڈاکٹر ممدوح اُن شہرۂ آفاق علماء کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں علمی تحقیقات کے لیئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں اور جنکو حق و حکمت کی باتوں کے ڈھونڈنے کا شوق رہتا ہے۔ آپ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نامور فاضل اور نئی دنیا میں مستشرقین کی جماعت کے ممتاز رکن ہیں۔ آپ نے از راہ عنایت رسالہ ہذا میں درج کرنے کے لیئے ایک مضمون لکھا ہے جس میں تناسخ کے بیہودہ اور بودہ مسئلے کی قلعی کھولی ہے۔ آپکے مضمون اور خط کا اُردو ترجمہ ذیل میں ہدیہ ناظرین ہے۔ اُمید ہے کہ دلچسپی سے مطالعہ کیا جائیگا۔ ایڈیٹر ریویو

ڈاکٹر پیبلس صاحب کا خط

بخدمت ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز

قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔ انڈیا

جناب من۔

۱۸۶۹ء میں ریاستہائے متحدہ کے پریسیڈنٹ جنرل گرانٹ نے مجھے ایشیائے روم میں امریکن قونسل کی اسامی پر متعین کرکے بھیجا۔ اس اسامی کا زمانہ میںنے طرابزون اور قسطنطنیہ میں صرف کیا۔ اور اس زمانہ میں مجھے نہ صرف اُس ملک اور اہل ملک کے حالات سے دلچسپی رہی بلکہ میں مذہب اسلام کے اصول پر بھی غور کرتا رہا۔ میں بلا خوف لومۃ لائم کہہ سکتا ہوں کہ میرے خیال میں دین اسلام نے خدائے واحد اور نجات کے متعلق جو تعلیم پیش کی ہے وہ سچی نجات

* ماسٹر عبدالرحیم صاحب نے انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے جزاہ اللہ خیرا لجزاء

وکفارہ کے عقیدہ سے کئی درجہ زیادہ قابل فہم و تسلیم ہے۔ جناب کو معلوم ہے کثیر التعداد ہندو۔ بعض بعض عیسائی اور تمام کے تمام تھیوسوفسٹ اواگون اور کرم کے مسئلہ کے قائل ہیں یعنی اُنکا عقیدہ ہے کہ غیر فانی جیوٗ عالم بالا سے واپس ہوکر اس سفلی جہان میں آتے اور بار بار گوشت و پوست کے اجسام اختیار کرتے رہتے ہیں۔ لیکن میری رائے میں اُن کا یہ عقیدہ بودہ اور غیر معقول اور راستی سے معرا ہے۔

آج میں ایک مضمون خدمت والا میں ارسال کرتا ہوں جو کہ ردّ تناسخ میں میں نے لکھا ہے اُمید ہے کہ جناب اسے اپنے قابل تعریف رسالہ میں شائع فرمائیں گے:۔

آپکا بہت مخلص جے۔ ایم پیبلس ایم ڈی

اواگون یا تناسخ کی تعریف

تناسخ کی تعریف کا سوال بجائے خود ایک مشکل اور پیچیدہ سوال ہے انسانی عقل محو حیرت ہے کہ اس کا جواب کس شعبۂ علم کی رو سے دیا جائے۔ اور کون ہے جو پورے وثوق سے یہ کہ سکے کہ اواگون کے قصر کی دیواریں فلاں بنیادی اصول پر اور فلاں اغراض و مقاصد کے ماتحت اُٹھائی گئی تھیں۔ کیا جنوبی بدھ دھانما یا تبت کا لاما یا ہندوستان کا وہم پرست ہندو اس سوال کے جواب کا اہل ہوسکتا ہے؟ (ہرگز نہیں کیونکہ تناسخ کے ماننے والوں کا کسی ایک تعریف پر سرے سے اتفاق ہی نہیں) پھر ہم دریافت کرتے ہیں کہ آیا زندگی۔ پیدایش اور موت کے فلسفہ کو عالم سفلی کے زمانہ طفولیت (قدیم زمانہ) سے اخذ کرنا محض کم فہمی اور غلامانہ تقلید۔ پر دلالت نہیں کرتا؟ واضح ہو کہ علم طبعی کسی شجرہ نسب کا محتاج نہیں اور نہ ہی عقل سلیم توہمات و بناوٹوں کی سرزمین یعنی مشرق (ہندوستان) کے کرم خوردہ پارچہ ہائے چرم کو سامان آرائش بنا سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسئلہ تناسخ کو نہ تو علم طبعی تسلیم کرسکتا ہے اور نہ ہی عقل سلیم باور کرسکتی ہے ہاں اس اواگون کے چکر کو ایک افسوسناک بدبختی ضرور کہا جاسکتا ہے۔

ایلن کارڈک ساکن پیرس اور مسئلہ تناسخ

زمانہ حال میں جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں اُن کے خیالات بھی اس مسئلہ میں اپنے قدیم اُستادوں کی طرح - بلحاظ اختلافات بُعد المشرقین کا حکم رکھتے ہیں اور بلحاظ کثرت اشکال اُنکے مساوی ہیں - چنانچہ ایلن کارڈک صاحب (جنکا اصل نام لیون ایچ - ڈی ریویل تھا) اور جو مغربی دنیا میں تناسخ کے سب سے اوّل معتقد نہیں تو اول حامی ضرور ہیں اپنی تحریرات میں فرماتے ہیں "روحوں کو یہ اختیار نہیں کہ وہ جس دنیا میں چاہیں سکونت پذیر ہوسکیں ... ... اس زمین کے بہت سے نفوس زحل میں دوبارہ جنم لیتے ہیں ..... ایسے نوزائیدہ بچے موجود ہیں جنکے متعلق کسی روح کا تاحال تعین ہی نہیں ہوا ..... پیدائش کے وقت تک نئے جسم میں روح کا حلول نہیں ہوتا .. جنین میں روح نہیں ہوتی .... ایک بیہودہ بے وقوف کے جسم میں ایسی روح ہوسکتی ہے جو پہلے جنم میں ایک عاقل و سمجھدار وجود کی سکونت اختیار کر چکی ہو - ایسے بیوقوف کی روح کو اس امر کا احساس ہو جاتا ہے کہ اُسکی کمزوری کا سلسلہ ہی اُسکا کفارہ ہے ..... جو اخلاقی اوصاف کسی انسان سے ظہور میں آتے ہیں انکی فاعل وہ روح ہوتی ہے جو اسکے جسم میں حلول کرنے سے قبل کسی اور جگہ موجود تھی .... بعض اوقات کئی ایک روحیں ایک ہی وقت میں کسی نئے پیدا ہونیوالے جسم میں داخل ہونیکی کوشش کرتی ہیں" اب ملاحظہ ہو کہ یہ اقتباس نیز اسی قسم کے اور بہت سے حوالجات صریحاً اس امر کے مظہر ہیں کہ یہ تمام سلسلہ محض دعاوی ہی دعاوی پر مشتمل ہے - اور دعاوی بھی جن کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی دلیل بھی نہیں دیگئی - پروفیسر فرنتھ نے سان ڈیوگو میں تقریر کرتے وقت کھلے کھلے الفاظ میں فرمایا کہ "آتمن یا انسان کی جان بچے کے دماغ میں سات برس کی عمر سے قبل داخل نہیں ہوتی"۔

اب یہ بات کسی تشریح کی محتاج نہیں کہ کارڈک کی پیش کردہ اشکال متعلق تناسخ باہم متضاد اور اہل تبت اور برہموؤں کی مسلّمہ اشکال سے مختلف ہیں - اور ایسا ہی تبت والوں اور برہموؤں کا آواگون کے مسئلہ میں تھیوسوفی کے معتقدوں اور امریکن محققین اجسام لطیفہ سے اختلاف ہے - لہٰذا (ان اختلافات کو مدِّ نظر رکھکر ہم بلا تامل کہتے ہیں کہ) تناسخ کا

عقیدہ ایک مضبوط اور واحد بنیاد سے خالی اور پارہ پارہ غیر ترکیبی اجزا کا مجموعہ ہے۔

انسان بھی حیوان بنجاتے ہیں

اکثر برہموؤں۔ بدھوں اور ہندو ویدانتیوں کا اعتقاد ہے کہ ادنیٰ طبقات کے انسانوں کی روحیں بذریعہ اواگون حیوانات کے اجسام میں داخل ہوجاتی ہیں۔ یئنے بذاتِ خود بمبئی۔ مدراس۔ مدورا۔ توتی کورن میں ویدانتیوں سے اور کولمبو وکانڈی واقعہ سیلون میں بدھوں سے اس موضوع پر گفتگو کی ہے انکو اس عقیدہ سے مطلق انکار نہیں بلکہ اُن لوگوں نے بڑے زور سے مجھے یقین دلایا کہ بدکار و ذلیل انسان شیروں گیدڑوں اور سانپوں تک کی صورت میں جنم لیتے ہیں اور یہ اُنکے کرموں کے نتائج کے مطابق ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ذیل میں چند حوالجات نقل کیئے جاتے ہیں جن سے میرے بیان کی تائید ہوتی ہے چنانچہ کولمبو کے رسالہ بدھ مت بابت ۲ ستمبر ۱۸۹۲ء میں سے مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو "سابقہ جنم کے تاثرات یا مجموعہ تجارب کو دوسرے جنم کے فیصلہ میں بہت بڑا دخل حاصل ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایک جنم میں شیر کی طرح گوشت خوری کا شیدائی ہو اور سناہ حیوانات کی سی طاقت و قوت پیدا کرنے کی آرزو رکھتا ہو تو یہ ممکنات سے ہے کہ وہ دوسرے جنم میں شیرنی کے بطن سے پیدا ہو۔ اور واضح رہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شیر کی فطرت میں بھی اس تغیر سے کوئی ترقی واقع ہوگی"۔

پھر لاہور کے اخبار ہار بنجر میں ایک ہندو اہل قلم تحریر فرماتے ہیں "کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو انسانی جنم ہی میں تنزل کی حالت اختیار کررہے ہیں یعنی وہ اُس حد تک پہنچ گئے ہیں جو کہ قریب قریب ادنیٰ طبقہ کے حیوانات کے مشابہ ہے پھر وہ اپنی بداعمالیوں کے باعث تنزل پکڑتے پکڑتے انسانیت کے دائرہ سے خارج ہوکر نیچے کے طبقہ میں جگہ لیتے اور درندوں یا بہائم کی صورت اختیار کرتے ہیں.... ہماری کتب مقدسہ میں ایسے رشیوں کا ذکر پایا جاتا ہے جو کسی گناہ کا کفارہ دینے کے لیئے حیوانی اجسام میں داخل ہوئے تھے"۔

مسز کیتھیرین کرسٹی ساکن ڈنی ڈن واقعہ نیوزیلینڈ ایک قابل تعریف خاتون اور تھیوسوفسٹ ہیں آپ نے ایک پبلک تقریر میں بڑی صراحت سے فرمایا کہ "قدیم قدآور گرانڈیل لوگوں کے

ادنیٰ طبقہ نے حیوانوں کے اجسام میں جنم لیا۔ اور بعض ویدانتی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ اپنے کرموں کے باعث ابھی تک اس تغیر کے عمل میں سے گذر رہے ہیں

کیا خوب! یہ ہے موجودہ زمانے کا تناسخ جسکے رو سے انسان بار بار جنم لینا اور انسانیت کے دائرہ اجسام سے نکلکر حیوانیت کے احاطہ میں داخل ہوتا ہے اور روح انسانی تنزل پذیر ہوکر ادنیٰ حیوانی اجسام میں حلول کرتی ہے یعنی کتے بھیڑیئے یا سانپ کے قالب کو اپنا مسکن بناتی ہے۔

چند سال کا عرصہ ہُوا کہ مَیں مدراس کے ایک ہوٹل میں مُقیم تھا اس ہوٹل کے متصل ایک بنگلہ تھا۔ اس بنگلہ سے ایک آدمی دوڑتا ہُوا ہوٹل سے ایک انگریز طبیب کو بلانے آیا۔ اس جلدی اور ڈاکٹر کی طلبی کی وجہ یہ تھی کہ بنگلہ مذکور میں سانپ نے ایک بچّہ کو کاٹا تھا۔ انگریز طبیب بلا تاخیر ہوٹل سے چل پڑا لیکن جب وہ منزل مقصود پر پہنچا تو بچّہ کا انتقال ہو چکا تھا اور بچّہ کی ماں نہایت بےتابی اور بےقراری سے درد انگیز لہجہ میں کہ رہی تھی "میرے بچّے ہاں میرے پیارے لال نے پہلے جنم میں کسی سانپ کو مارا ہوگا اور یہ اُس کے سابقہ کرموں کا پھل ہے۔" کیا ان توہمات سے بڑھکر مضحکہ خیز اور نفرت انگیز کوئی اور بات بھی ہو سکتی ہے؟

تناسخ کا عمل کب اور کیونکر ظہور پذیر ہوتا ہے؟

کسی شکل کو قابل فہم و تسلیم بنانے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اوّل تو کوئی حقیقی وجود ہو دوم کوئی خاص مدعا یا غرض مدِّنظر ہو۔ سوم۔ ایک باقاعدہ نظام پر کام کرنیوالی طاقت ہو۔ آؤ اب دیکھیں کہ تناسخ کی شکل کو کسطرح قابل فہم بنایا جاتا اور اسکے عمل کو کسطرح تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔ اوّل یہ دیکھنا ہے کہ وہ کونسا حقیقی وجود ہے۔ جو تناسخ کے عمل کی بنیاد ہے۔ کیا جیو یا آتمن اپنا نورانی لباس اُتار کر برہنہ ہو جاتا اور پہلے ہی مرحلہ میں اپنی لطافت کو خیرباد کہدیتا ہے؟ تناسخ کے عمل سے آتمن کا مدعا یا غرض کیا ہے؟ اور کونسی باقاعدہ طاقت اس عمل کی روح رواں ہے؟ اس کا جواب آتمن ہی کو معلوم ہوگا ہمارا ناقص فہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہاں ہم صرف یہ پوچھتے ہیں کہ کیا آتمن حصول مدعا کیلیئے

روشنی کی شعاع کی مانند رحم میں داخل ہوتا ہے؟ اور کیا رحم اسکے لیئے پہلے ہی سے منتظر ہوتا ہے؟ اور ہاں کیا آتمن اپنی لطافت کو برضا و رغبت کثافت سے مبدل کرتا اور گوشت و پوست کے جسم میں داخل ہوتا ہے یا اسے پشت در پشت مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی اصلی لطافت اور آزادی کو ترک کرکے ماس اور ہڈیوں کی قید میں مقید ہوتا ہے؟ عجیب تر یہ امر ہے کہ تبت کالاما ہو۔ خواہ سیلون کا بھکشو۔ بنارس کا ہندو ہو۔ خواہ قرون وسطی کے گپت عادم کا ماہر اور روحوں کی ہستی کا قائل فرانسیسی عالم ہو یا تھیوسوفیکل سوسائٹی کا ممبر ہر ایک تناسخ کے دعوی کی نوعیت اور اسکے وقوع میں آنیکے عمل کے متعلق ایک دوسرے سے اختلاف رکھتا بلکہ ایک دوسرے کی ضد ہے۔ چونکہ علم کو اس جہان کا ناجی" کہا جاتا ہے لہٰذا اس بات کا علم حاصل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آتما۔ پودہی۔ منّ کا ثالوث یعنی جیو کسطرح رحم مادر یا بچہ دان میں داخل ہوتا ہے؟ اور آیا اس کا ورود عین حمل ٹھہرنے کے وقت ہوتا ہے یا پیدائش کے وقت؟ یا جیسا کہ بعض کا خیال ہے اسکی تشریف آوری کی تاریخ لمبی اور ساتویں سال پر پڑ جاتی ہے؟۔ واضح رہے کہ یہ تمام اوقات اواگون کے کاشتکاروں نے خود ہی تناسخ کا بیج بوئے جانے اور اسکے نازک پودے کی نشو و نما کے لیئے تجویز کئے ہوئے ہیں۔ اس میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں ہاں ہر شخص کو یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ یا تو اواگون کا پودا ہی سدا بہار ہے یا کاشتکار مغالطہ خوردہ ہیں۔

فصیح البیان مسز بیسنٹ اپنی کتاب موسوم بہ "تھیوسوفی کا خلاصہ" میں تحریر فرماتی ہیں کہ "تناسخ کے ذریعہ سے جو جنم ہوتے ہیں وہ ایک ہی مرتبہ ختم نہیں ہو جاتے بلکہ اُن کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ہر ایک روح کو یکے بعد دیگرے آنیوالی نسلوں میں بیشمار جونیں بدلنی پڑتی ہیں،، پھر خاتون موصوفہ آگے چلکر ہمیں یقین دلاتی ہیں کہ "تناسخ کا عمل اپنی آہستہ خرامی سے بے شمار جنموں کا چکّر کاٹتا رہتا ہے"۔ ایک دفعہ ایک بدھ بھکشو نے جو کولمبو واقعہ سیلون کا باشندہ تھا مجھ سے کہا کہ گوتم بدھ نے دُکھ سے نجات پانے یعنی نروان حاصل کرنے سے قبل ۵۰۷ ہزار دفعہ جنم لیا تھا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس تمام چکّر اور سرگردانی کی علّت غائی کیا ہے؟ کیا یہ بے شمار جنم حصول علم کی خاطر ہیں؟ کیا ہمیں صرف اسی جہان

میں رہکر زیادہ تجربہ حاصل ہو سکتا ہے؟ اگر زیادہ تجربہ یا علم ہی اواگون کے چکّر کی علت غائی ہے تو ہر ایک جیو یہ پسند کریگا کہ یا تو چاند کی پہاڑیوں پر چڑھے یا مریخ کی ندیوں پر کشتیوں میں سوار ہو کر سیر کرے یا پھر ستاروں کے وسیع صحن میں چہل قدمی کرنے کا لطف اُٹھائے۔ تناسخ کے ماننے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ بار بار جنم لینے سے رُوح اپنے قرض کے بوجھ سے سبکدوش ہوتی ہے۔ کوئی ان بزرگوں سے پوچھے کہ یہ قرض خوب ہے جس کا مقروض کو علم تک نہیں ہوتا۔ اور پھر ہم انجیل کی اُس تمثیل پر نظر ڈالتے ہیں جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک فضول خرچ لڑکا اپنے گھر سے دُور بھاگتا ہے اور بھوک سے تنگ آ کر خود بخود باپ کے پاس واپس آجاتا ہے۔ باپ بیٹے کو معاف کرتا اور گلے سے لگاتا ہے۔ آہ۔ تناسخ کے شیدائی اس روزانہ تجربہ کی مثال کے خلاف ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ باپ گھر میں واپس آئے ہوئے بیٹے کو تھوڑا سا آرام دینے کے بعد سخت جگری سے واپس چلے جانے کا حکم دیتا اور سؤروں کا پس خوردہ یا اناج کا بھوسہ کھا کر مزید تجربہ اور علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے بھگاتا ہے جائے حیرت ہے کہ اواگون کے معتقدوں کو نہ تو محبت کرنیوالے باپ کی محبّت کا احساس ہے اور نہ ہی انکے قلب میں عفو اور رحم کے جذبات کا گذر ہے۔ اُنکے نزدیک کوئی غلطی بھی قابل عفو نہیں اور بس یہی یقیناً تناسخ کے خیال کی بنیاد ہے۔ کیونکہ تناسخ کا جزو لاینفک کرم کا مسئلہ ہے اور مسئلہ کرم کا مفہوم یہی ہے کہ عفو و رحم کوئی چیز نہیں ہر غلطی کی سزا ہونی چاہیئے۔ شائی لاک یہودی جبتک اپنے مقروض کے جسم سے پونڈبھر گوشت نہ کاٹ لے اُسے چین نہیں آسکتی*۔

ہم آئے روز دیکھتے رہتے ہیں کہ گیہوں کا دانہ جب بالی سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو پھر بالی میں واپس نہیں جاتا اور پرندا انڈے کے خول سے آزاد ہو کر دوبارہ اسکی طرف مُنہ بھی نہیں کرتا۔ بڑکا درخت ہرگز لوٹ کر ننھے بیج میں داخل نہیں ہوتا۔ انہی دلائل کے موجب ہم یقین کرتے ہیں کہ غیر فانی ارواح جن کو اپنے نیک و بد کی تمیز حاصل ہے ہرگز یہ گوارا نہیں کر سکتیں کہ جس گوشت و پوست کے

---

* یہ شیکسپیر کے ایک ڈرامہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ایک یہودی شائی لاک نامی نے قرض کی میعاد مقررہ گذرنے کے بعد اس بات پر اصرار کیا کہ اب میں روپیہ نہیں لونگا بلکہ فیصلہ شدہ شرط کے مطابق ایک پونڈ (نصف سیر) گوشت اپنے قرضدار کے جسم پر سے کاٹونگا۔

مجبس سے وہ ایکدفعہ نجات پا چکے ہیں دوبارہ اُسی میں مقید و محبوس ہوں۔ صحیفہ قدرت میں جسقدر مثالیں پائی جاتی ہیں وہ سب باآواز بلند پکار رہی ہیں کہ انسانی روح اواگون کے چکر میں پڑکر سوئر۔ کتّے اور بندر کی طرح جنم نہیں لے سکتی۔ مسز بیسنٹ کے نزدیک آتمن کا تناسخ کے چکر میں پڑنا اشد ضروری اور اٹل امر ہے خاتون موصوفہ کی تمام تحریروں میں انہی زنگ خوردہ تاروں کا جال تنا ہُوا ہے۔ یہ معزز خاتون اپنی خداداد قابلیت اور زباندانی سے فائدہ اُٹھا کر متواتر اس عقیدہ کی اشاعت کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ ایک رسالہ میں آپ یوں گوہر افشانی کرتی ہیں "جس سچائی کا تھیوسوفی خصوصیت سے پرچار کرنا چاہتی ہے وہ ﮧ "معمہ زندگی" نامی کتاب میں فرماتی ہیں کہ عرصہ دراز تک آرام لینے اور تازہ دم ہونے سے جیو اپنے سابقہ جنم کے تجربات کو جو اُس نے دھرتی پر حاصل کیٔے تھے جمع کر لیتا ہے اور پھر دوسرے جنم کے دروازہ سے سفلی عالم میں داخل ہوتا اور نیا جسم اختیار کرتا ہے۔" لیکن اگر یہ پوچھا جائے کہ بھلا روح کیونکر اور کب واپس ہوتی ہے؟ اور ہم یہ کیونکر معلوم کر سکتے ہیں کہ آیٔندہ جنم میں روح تنزل نہیں پکڑے گی؟ بلکہ اپنے تجربوں سے فائدہ اُٹھائے گی۔ افسوس کہ ان سوالوں کا جواب تناسخ کے ماننے والے بھی نہیں دے سکتے۔

اواگون مسئلہ ارتقا کی ضد ہے

ارتقا کا مسئلہ وہ اہم اور عظیم الشان علمی شکل ہے جس کے قائل نہ صرف اہل علم۔ فاضل اور بزرگ ہیں بلکہ بلند پرواز شاعر بھی اُنکا ہم آواز ہو کر کہتا ہے کہ "تمام اشیاء بتدریج زینہ ترقی پر چڑھ رہی ہیں۔" جب ہم کرہ ارض پر نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ زمین ابتداءً شعلہ دار۔ آتشی مادہ کی شکل میں تھی پھر اسپر جمادات کا ظہور ہُوا اور اُس کے بعد نباتات اور نباتات کے بعد حیوانات کے وجود ہستی پذیر ہوئے۔ حیوانات کے بعد اس زمین کا نہایت شاندار جلوہ تمام مخلوق کے تاجدار یعنی حضرت انسان کی شکل میں نمودار ہُوا پھر گوشت و پوست اور تشخصات کے جامہ کو اُتار کر انسانی روح نے عالم بالا کو پرواز کیا جہاں اُسے نیک و بد کی شناخت اور اپنے افتخار و اعزاز کا احساس ہے۔ اب اگر نباتات لوٹکر جمادات کی شکل اختیار نہیں کرتیں اور نہ ہی حیوانات نباتات کے لباس میں ظاہر ہوتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ غیر فانی روح دوبارہ فانی جسم کی قید میں مقید و محبوس ہو یہ تو ارتقا نہیں بلکہ ایک ذلیل ترین تنزل اور رجعت ہے۔ یہ جینے اور مرنے کا چکر جس میں جیو کو

ﮧ "اواگون اور کرم کا مسئلہ" صفحہ ۲۰

ایک جسم سے دوسرے جسم میں داخل ہونا اور لطیف و غیر مرئی حالت سے کثیف ارضی اجسام میں بند ہونا پڑتا ہے۔ دراصل ایک اخلاقی تنزل اور رجعت ہے۔ اور اسکی مثال اس پروفیسر کی سی ہے جس کو مجبور کیا جائے کہ تم کالج سے چلے جاؤ اور واپس اپنے پرانے سکول میں تعلیم حاصل کرو کیونکہ وہاں تم نے ایکدفعہ اجزائے ضرب کے پہاڑوں میں غلطی کی تھی اور اس غلطی کی اصلاح بغیر تمہاری واپسی کے نہیں ہو سکتی۔

تناسخ کی عجیب و غریب زندگی کا خیال جب میرے قلب میں گذرتا ہے اور میں عالم اجسام کے بحر بے پایاں و بے کنار میں غوطہ لگا کر اواگون کے مختلف سمندروں خلیجوں اور کھاڑیوں کی سیر کا خیال دلمیں لاتا ہوں تو بے اختیار میری آنکھیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں اور میں چمکتے ہوئے ستاروں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کاش کہ میں مادہ کی قید سے آزاد ہوتا! میرا واہمہ بھی ایک آن کے لیئے اس خیال کو اپنے اندر سے گذرنے نہیں دیتا کہ میں بار بار مادے کی جیل میں نظر بند کیا جاؤں۔ اس خیال سے میرے جسم میں ایک آگ سی بھڑک اٹھتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جسمانی قید کے باوجود میں بے تار خبر کے ذریعہ لنڈن میں بیٹھکر نیویارک کی خبرے سکتا ہوں اور تار برقی کے ذریعہ امریکہ سے اسٹریلیا کو برقی پیام بھیج سکتا ہوں لیکن جب میں اس مادی و جسمانی قید سے آزاد ہوں گا تو او ہو میں کس قدر آزادی سے اور لاانتہا طاقتوں سے کام لے سکوں گا۔ ہاں اسوقت مجھے اجازت ہوگی کہ میں غیر معلوم گنج ہائے قدرت کو دریافت کروں اور عالی شان اجسام فلکیہ کا موازنہ کرنیکے قابل ہو سکوں پھر ان سیاروں کی کنہ کا علم اور تاریخ سے واقفیت حاصل کروں۔ میری دلی تمنا ہے کہ میری قسمت میں ان آرزوؤں کا پورا ہونا مقدر ہو اور خدا نہ کرے کہ میں کو لہو کے بیل یا گاڑی کے پہیہ کی طرح اواگون اور کرم کے جسمانی چکر میں مبتلا ہو کر بار بار جینے اور مرنے کی دل شکن مصیبت میں بند رہوں۔

جس روح کو عقل و تمیز سے بہرہ اندوز کیا گیا ہو اسکو اس سے بڑھکر اور کیا قابل نفرت اور گھناؤنی بات معلوم ہوگی کہ اسکے لطیف اور آزاد جسم کو کسی غیر معلوم قانون کے ماتحت دوبارہ کر کے مہمل باتیں کرنیوالے بچے کے طور پر پیدا کر دیا جائے یا مجبور کیا جائے کہ قیدیوں والا

موٹا یو رئے کا لباس پہنکر دنیا کے احاطہ میں چکر لگائے۔ پھر یہ بھی نہ بتایا جائے کہ اس چکر سے کب اور کیونکر نجات ہوگی؟ کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ تناسخ کے مسئلہ میں راستی اور سچائی کو بھی دخل ہے؟ راستی کا تو یہ شعار ہونا چاہیئے کہ وہ انسانی روح کے لیئے اپنے اندر ایک کشش رکھے اور روح اسے اسطرح قبول کرنے کو تیار رہے جسطرح دھوپ اور بارش کو زمین جذب کرتی ہے۔ ہاں کیا تناسخ میں بھی انسانی روح کے لیئے ایسی کشش اور قبولیت کے جذبات ہیں؟ فطرت اس کا جواب نفی میں دیتی ہے تجربہ اس پر لا کہتا ہے۔

اواگون قانونِ قدرت کے بھی خلاف ہے

ایک موسم میں سیب کچا ہوتا ہے اور دوسرے میں وہ پک کر قدرے سرخی اختیار کر لیتا ہے گو اس کے رنگ و بو میں گونہ تغیر ہو جاتا ہے مگر اس کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں آتا وہ سیب کا سیب ہی رہتا ہے۔ بلکہ سیب سے اچھا سیب ہو کر کسی قدر ترقی کرتا ہے یہ تو ہے قانونِ قدرت۔ لیکن اواگون اس قانون کو جھٹلاتی اور کھلم کھلا اسکی مخالفت کرتی ہے ہم اوپر کئی ایک مثالیں دیکر بیان کر چکے ہیں کہ تناسخ ارتقا کی ضد ہے اور مسئلہ ارتقا قانونِ قدرت کے مشاہدوں اور تجربوں پر مبنی ہے۔ ہم آئے روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ مکئی کا زرد دانہ بھٹے میں واپس نہیں جاتا۔ اور نہ ہی چھلکے سے علیحدہ کیا ہوا گیہوں کا دانہ دوبارہ اپنی پوشش کو زیب تن کرتا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ پردار تیتری کو کرسلیس کے خول میں واپس آنے کی خواہش ہوتی ہے۔ یا کیا یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ برسات کا شاندار گویا اپنی خوش و خرم زندگی کو چھوڑ کر پھر وہی دم دار مینڈک بننا پسند کریگا؟ ہم علیٰ وجہ البصیرت یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر انڈے سے نکلے ہوئے پرند کو جو کسی گھن دار درخت پر بیٹھا ہوا سریلی آواز نکال رہا ہو یہ کہا جائے کہ تم پھر تھوڑی دیر کے لیئے انڈے میں داخل ہو جاؤ اور بوسیدہ گھونسلے میں ٹھہر کر طوفانِ باد سے تھپیڑے کھاؤ تو وہ ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیگا۔ اور اس تنزل کو گوارا نہ کریگا۔ جب ادنیٰ حیوانوں کی یہ حالت ہو تو ہم سوال کرتے ہیں کہ جیو کیوں ایکدفعہ درد اور دکھوں سے نجات پاکر دوبارہ جسم خاکی اختیار کریگا؟ اور رحم مادر کی تاریک و تار کوٹھریوں میں بند ہو کر حیض کا خون کھانے پر رضامند ہوگا؟ یہ سوال ہی

خود اس سوال کا جواب ہے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ روح کے اندرونی جذبات کیا ہیں؟ اسے نہ صرف اپنی دانش و ادراک کا علم ہے بلکہ اپنی ذات بغیر فانی ہستی اور عظیم الشان ممکنات سے بھی واقفیت ہے بایں ہمہ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ جو روح ان اوصاف سے متصف ہے وہ قانون قدرت کے خلاف تنزل کے عمل میں گرفتار ہو کر آواگون کے بے اصول چکر میں مبتلا ہونا پسند کریگی۔

انسانوں کے مدارج پر تناسخ کا اثر

جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں وہ آواگون کا راگ گاتے وقت جس سُر کا سب سے پہلے الاپ لگاتے ہیں وہ یہی ہوتا ہے کہ انسانوں کے مختلف مدارج تناسخ کے عمل کی وجہ سے واقع ہوئے ہیں۔ آواگون کے معتقدین کو ہر وقت اسی ایک بات کا خواب اسی کا خیال رہتا ہے۔ اُنکی تحریر و تقریر میں اس کو اس کثرت سے دُہرایا گیا ہے کہ سنتے سنتے کان بھی تھک گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض کو اچھی حالت میں پیدا ہونے کا موقعہ ہی نہیں ملتا۔ بعض کو نیا جنم لیتے وقت ذہانت و قابلیت سے بہت تھوڑا حصہ دیا جاتا ہے حالانکہ انہی کے بھائی بند خداداد قابلیت و ذہانت کے زیور سے مزین ہوتے ہیں۔ پھر ایک بچہ امیر کے گھر میں پیدا ہوتا اور عالیشان محلوں میں پرورش پاتا ہے اور اسی کے ساتھ دوسرا ایک غریب نادار کے گھر میں جنم لیتا اور اُس کی غیر معلوم تاریک کُٹیا میں زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ آخر اس تفریق و تمیز کا سبب بھی تو ہونا چاہیئے؟ اس اعتقاد کے رکھنے والوں کو جان لینا چاہیئے کہ یہ تفریق بجائے خود ایک اعلیٰ درجہ کا فلسفہ ہے۔ اور لوح نیچر پر جو مختلف و متضاد نقش منقوش ہیں یا صحیفۂ قدرت میں جو تفریق و تمیز کو دخل ہے یہ سب اعلیٰ درجہ کی خوبیوں پیدا ہیں اور عظیم الشان راز ہائے قدرت ان میں مضمر ہیں۔

اچھا ہم ایک آن کے لئے فرض کرتے ہیں کہ جنگل میں سب درخت ایک ہی قسم کے ہوں مثلاً سب کے سب بید مجنوں کے ہی پیڑ ہوں کیا انسانی آنکھ کو یہ منظر بھائیگا؟ یا یہ کہ اگر زمین کی سطح ایک وسیع ہموار میدان کی شکل میں ہو جائے تو کیا کسان کا کام چل سکیگا؟ اگر فرضاً کل اور کل کے بعد پیدا ہونے والے کروڑوں بچے آج ایک ساعت میں پیدا ہو جائیں اور سب کے سب نہ صرف ایک ہی چھتر کے زیر اثر ہوں بلکہ ایک جیسے قوائے اور یکساں مذاق بھی رکھیں مثلاً سب بچے سائنس کے شیدا اور کلیں وغیرہ بنانے کے مشتاق ہوں۔ تو

بھلا اس مساوات کو کیا سمجھا جائیگا؟ اور کیا ہر ایک صاحب فہم انسان اس مساوات کے نظارہ سے اُکتا نہ جائیگا؟ - لاریب اس قسم کی مساوات کو دوسرے الفاظ میں ایک اُکتاہٹ پیدا کرنے والے نظارے کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے اور یہ نظارہ اپنی نامرغوب حالت کے سبب دوزخ ثانی ہو جاتا ہے۔ غیر مساوات اور تفریق و تمیز کوئی قبیح امر نہیں ایک ہی قسم کا کھانا ہر روز کھاتے کھاتے طبیعت گھبراتی اور ایک قسم کا گانا سُنتے سُنتے کان اُکتاتے اور ایک سا ہی منظر دیکھتے رہنا آنکھیں ناپسند کرتی ہیں اسلیئے کسی چیز کو مرغوب خاطر بنانے کے لیئے تفریق کی سجاوٹ ناگزیر ہے۔ مانا کہ شہزادے اور دہقان زادے میں دنیوی حیثیت اور ظاہری جاہ و حشم کے لحاظ سے فرق ہے لیکن اُنکی روحانی حالت مشابہ ہے روحانی طبقہ میں محنتی کسان اور گرد آلود مزدور کا وہی درجہ ہے جو ایک کروڑپتی امیر کا ہو سکتا ہے۔ قبر کی مٹّی اور قبر کے اندر کی زندگی کا دونوں کے لیئے یکساں ہونا اس دعوٰی کی صداقت پر دال ہے۔ میری اپنی زندگی مجھے بتلاتی ہے کہ مَیں قصبہ ورمونٹ میں جو کوہ گرین کے دامن میں واقع ہے ایک غریب و مفلس خاندان کے ہاں پیدا ہُوا تھا میرے والدین کا گھر یک منزلا اور غریبانہ تھا۔ ہمیں بعض اوقات کھانا بھی بمشکل ملتا تھا۔ میرے لباس میں دھجیاں لگی ہوتی تھیں لیکن مساعدت دیکھیئے کہ مَیں اس مشکل منزل کو طے کرنیکے بعد اس حالت میں ہوں کہ دنیا کی غیر مساوات اور امتیاز و تفریق پر شکریہ ادا کروں - اور مجھ پہ ہی کیا انحصار ہے۔ دنیا میں بے شمار ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً ہمارا نامور پریزیڈنٹ لنکن ایک ریلوے لائن پر کام کرنے والے مزدور کا لڑکا تھا گارفیلڈ ایک خچر سوار اور جنرل گرانٹ ایک چمڑا رنگنے والے کے گھر کا چراغ تھا۔ پھر کیا ان لوگوں کو کبھی یہ شکایت ہوئی کہ گذشتہ کرموں نے انہیں ترقی کا موقعہ ہی نہیں دیا؟ یا کیا غریب کے گھر میں پیدا ہونے اور غیر مساوات کے مسئلہ کی مجبوری کے باعث وہ آیندہ بام ترقی پر چڑھنے سے رُک گئے؟ نہیں ایسا نہیں ہُوا - اور نہ ہوتا ہے۔ اگر سب انسان پیدائش سے ہی اپنے گذشتہ کرموں کے باعث شراب سے متنفر - اخلاق و اوصاف حسنہ سے مزیّن شدہ پیدا ہوتے تو پھر بلند خیال اور عالی ظرف مصلحین کی ضرورت ہی مفقود ہو جاتی - اور جو لوگ رفاہ عام و مفید انام کاموں میں دلچسپی لیکر ہر بات سے نیک اور کارآمد نتائج مترتب کرنا چاہتے ہیں وہ

بھی یہ خیال کرکے مایوس ہو بیٹھتے کہ اُن کی کوششیں رائگاں و اکارت ہونگی کیونکہ ہر شخص نے کرنا تو وہی ہے جو سابقہ اعمال کے نتائج کی رو سے اُسکے کرموں کا پھل ہے۔ غرض یہ عقیدہ کہ مراتب کی تمیز و تفریق سابقہ اعمال کا نتیجہ ہے دراصل آئندہ ترقی سے روکنے والا اور تمام اصلاحات کے راستہ کا روڑا ہے۔ اور جسقدر اسپر نظرِ امعان ڈالی جائے اُسی قدر اس کا بودا پن ظاہر ہوتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ مراتب کا زیر و بم تناسخ پر منحصر نہیں بلکہ یہ تفریق اس عالم اجسام کا زیور اور برکات کا مجموعہ ہے۔ اور واضح رہے کہ یہ عدم مساوات نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آئندہ کے روحانی عالم میں ضرور موجود ہوگی۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ گھناؤنے کیچڑ میں سے گُل نیلوفر پیدا ہوتا اور باغ کو سیراب کرنیوالی میلی نالیوں کے کنارے پر خوشبودار گلاب کا پھول اُگتا اور اپنی اعلیٰ خوشبو کو مسام دماغ میں پہنچاتا ہے تو بے ساختہ ہماری زبان سے نکلتا ہے کہ اے اختلاف و تفریق تُو باعثِ برکت ہے اگر تُو نہ ہوتا تو کیچڑ اور گُلِ نیلوفر کا مقابلہ کون کرتا اور مٹی کی نالی پر گلاب کا پھول کیونکر باعثِ زینت و خوبصورتی قرار پاتا۔ لہٰذا یہ غلط ہے کہ سابقہ کرم غیر مساوات اور تفریق مدارج کا باعث ہیں بلکہ یہ سب مصور عالم نے اپنی صنعت کی خوبصورتی اور تزئین کے لئے نقش کیا ہے۔

کیا دوسرا جنم لینے کے سوا ترقی کی کوئی اور صورت ہی نہیں؟

تناسخ کی تائید میں ایک بڑی دلیل یہ دیجاتی ہے کہ جبتک روح اجسام کی قیود میں نہ آئے وہ نہ تجربہ حاصل کرتی ہے اور نہ ہی وہ ترقی کے معراج پر پہنچنے کے قابل ہوسکتی ہے۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ثبوت ہے۔ کیونکہ تناسخ کی رو سے جو شخص آج علم و فضل کا تاج پہنے ہوئے ہو وہ کل دوسرا جنم لے کر ایک بے علم بچہ بنے گا اور دایہ کی گود میں چھوٹی چھوٹی باتیں کرنی سیکھے گا۔ اس تغیر کو ترقی کا زینہ سمجھنا سخت غلطی ہے ہاں ترقی معکوس البتہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ عجیب حصول تجربہ اور ترقی ہے کہ ایک شخص کو علم و فضل کی زینت سے محروم کرکے اُسکے حافظہ کو بھی ساقط کیا جاتا ہے اور محض ایک کیڑے کی طرح دوبارہ گوشت و پوست کی جیل میں بند کیا جاتا ہے۔ واضح رہے ہماری زمین اجرام فلکیہ کے بحرِ ناپیدا کنار میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس سے کئی گن زیادہ بڑھ چڑھکر مہذب اور لطیف دوسرے اور

عالم بھی ہیں۔ جن میں قدرت نے ایسے ایسے طبقات اور ایسی آب و ہوا رکھی ہے جن کا اثر روحانی اور جسمانی تعلیم پر بہت زیادہ ہے اور جو اس زمین کی نسبت روحانی تربیت کے لیئے زیادہ موزون ہیں۔ ہماری زمین جس پر ہم اب عارضی سکونت رکھتے ہیں دراصل رنج و محن اور وحشت و بے رحمی کا گھر ہے پھر بھلا ہماری روح کسطرح ایسی زمین کی طرف لوٹنا پسند کریگی اور جب کہ ترقی کی شاہ راہیں دوسرے عالموں میں یہاں کی نسبت زیادہ فراخ۔ صاف اور سیدھی ہیں تو روحوں کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس دنیا میں واپس آکر مقیّد و محبوس ہوں اور اجسام کے پنجرے میں بند ہوں۔ اگر روحوں کی واپسی کسی ادھورے کام کی تکمیل کے لیئے ہوتی ہے اور اس سے انکی ترقی مقصود ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ آزاد روح اس ترقی کو بآسانی حاصل کرسکتی ہے اسے ضرورت نہیں کہ اپنی اعلیٰ حالت کو ادنیٰ سے تبدیل کرے اور کثیف جسم اختیار کرکے رحم مادر میں مقیّد ہو پھر دانت نکالنے کی تکلیف اور بچپن کے عوارض کو برداشت اور اٹھتی جوانی کی تحریص و ترغیب کا مقابلہ کرے۔ ہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جو روح اپنی لطافت کی وجہ سے اعلیٰ طبقات میں پرواز کرتی اور علو و بلندی کے قریب پہنچی ہوئی ہو وہ کیونکر محبوس ہوکر کسی ادھورے کام کی تکمیل کریگی یا ترقی کا کوئی درجہ طے کریگی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ جیو رحم مادر میں کہاں قید ہوتا ہے وہ تو بعد میں داخل ہوتا ہے تو ہم سوال کریں گے اچھا ایک بات بتاؤ کہ پھر جیو کسطرح۔ کب اور کیوں جسمانی قید میں آتا ہے؟ ہر دعویٰ کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لیئے دلائل اور براہین درکار ہوتے ہیں محض خیالی پلاؤ یا زبانی دعاوی کافی نہیں ہوسکتے۔ کاش کہ تناسخ کے ماننے والے اپنے دعاوی کے ساتھ دلائل اور بیّنات بھی پیش کرسکتے!

میرا ذاتی تناسخ کا چکر اور مختلف جنم

راقم الحروف کو مختلف اوقات اور مختلف ممالک میں دو تین ایسے شخصوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے جو روحوں سے باتیں کرنے کے مدعی ہیں اور مینے کئی ایک ایسے تھیوسوفسٹ دیکھے ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اُن لطیف اجسام سے دوچار ہوتے اور مکالمہ و مخاطبہ کرتے ہیں جنکو عام انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ ان لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ میں ہزاروں برس ہوئے تو ایک

رشی کے جنم میں گنگا کے سرسبز کنارہ پر گیان دھیان میں مصروف رہتا تھا پھر تناسخ کے دوسرے دور میں میں ایک اسرائیلی نبی بنکر پیدا ہوا تھا اور میرا نام حیقوق تھا۔ تیسرے جنم میں مجھے مصر کی سرزمین پر ایک مصری پجاری کے روپ میں ظاہر ہونا پڑا۔ چوتھی مرتبہ میں ہیروڈوٹس تھا یونانی مؤرخ اور سیاح کے بھیس میں وارد ہوا تھا پانچویں جنم میں میں مشہور مسیحی قسیس اوریجن تھا اواگون کے چھٹے چکر میں میرا نام راہب پطرس تھا اور میں ایک ہاتھ میں صلیب اور دوسرے میں تلوار لیکر یورپ میں جوش کی آگ بھڑکا رہا تھا۔ اور میری آتشیں تقاریر سے متاثر ہوکر عیسائی مجاہدین دیوانہ وار ارض مقدس کی طرف کوچ کر رہے تھے اور یسوع مسیح کے مقبرے کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھڑانے کیلئے سخت جدوجہد میں مصروف تھے۔

یہ سب کچھ صحیح ہو یا غلط لیکن میرے پاس اس کی صحت کا ذرا بھی ثبوت نہیں۔ بلکہ مجھے اسکی صحت میں کلام اور اسکے وقوع میں سخت شکوک ہیں۔ مجھے خیال آتا ہے کہ اگر واقعی میں آریہ رشی۔ اسرائیلی نبی۔ مصری پجاری۔ یونانی مورخ۔ مسیحی قسیس اور راہب پطرس وغیرہ رہ چکا ہوں تو میری موجودہ حالت سخت تنزل کردہ ہے کیونکہ موجودہ جنم میں میں محنت کش۔ سادگی پسند طبیب اور مصنف پبلشر ہوں۔ میری نسبت جو کچھ کہا گیا ہے اگر اسکا میں اپنی موجودہ حالت سے مقابلہ کروں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسئلہ ارتقا کہاں ہے؟ میری ترقی عجیب ہے کہ میں اعلیٰ حالت سے ادنیٰ میں گرایا گیا۔ ہاں پھر وہ میرے سابقہ استشراقی تجربات کیا ہوئے؟ اور میرے گذشتہ حافظہ اور یادداشت کو کیا ہوگیا؟ میری پچھلی کامیابیوں کے نقش کیوں میرے دماغ سے محو ہوگئے؟ اور میں نے ان تجربات سے کیا سیکھا؟ جہانتک میں خیال کرتا اور سوچتا ہوں مجھے یہ سب کچھ وہم و خیال ہی معلوم ہوتا ہے۔

تناسخ کے متعلق تعلیم یافتہ ہندوؤں کے خیالات

تناسخ کے مسئلہ کو کسی اعجوبہ۔ راز یا برہمنوں کے بنائے ہوئے من گھڑت افسانوں سے کوئی تقویت نہیں پہنچ سکتی بلکہ اسے پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے غیر مکدر ضمیر کے محسوسات سائنس اور دلائل و براہین عقلیہ سے کام لینا ضروری ہے۔ لیکن جب ان سے کام لیا جائے اور انہی کو ثالث مقرر کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو استخراجی اور استقرائی طرز دلائل اس مسئلہ کو ناقابل تسلیم ٹھہراتے ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ تناسخ کے ماننے والوں سے انکے

اس عقیدہ کا ثبوت مانگا ہے تو انہوں نے جواباً مجھ سے کہا ہے کہ "ہم تناسخ کو ثابت نہیں کر سکتے البتہ خیال میں اسکا احساس کر سکتے ہیں" بھلا جس عقیدہ کا دارومدار خیالی احساس امنگوں اور ناقابل اعتبار رہنماؤں پر ہو اُسے کون عقلمند ہے جو قابل پذیرائی ٹھہرا سکے۔

تناسخ کے ایک معتقد سے ایک مرتبہ راقم الحروف کا مفصلہ ذیل مکالمہ ہوا۔

معتقد۔ "گذشتہ جنموں میں سے ایک جنم کے متعلق مجھے کچھ کچھ واقعات یاد ہیں"

راقم۔ کیا آپکو اپنی اس یادداشت پر یقین واثق ہے؟ کیا یہ اضغاث احلام خیالات پریشان یا مکدر واہمہ کا نتیجہ تو نہیں۔

معتقد۔ نہیں تو اور میں اکثر ایسے مقامات۔ منظر اور یادگاریں دیکھتا ہوں جنکی نسبت مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں پہلے بھی اُنکو دیکھ چکا ہوں حالانکہ اس سے قبل میں نے کبھی وہاں تک سفر نہیں کیا۔

راقم۔ بے شک آپ سچ کہتے ہیں۔ اکثر کمزور اور جلدی متاثر ہونیوالی طبیعتوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ میرا اپنا ذاتی تجربہ اسکا شاہد ہے۔ دُور دراز ممالک میں نے پہاڑ۔ دریا۔ مندر۔ اور خانقاہیں دیکھی ہیں جو مجھے ایسی معلوم دیں کہ گویا میں پہلے بھی اُنکو دیکھ چکا تھا۔

معتقد۔ کیا آپ اس سے قبل وہاں کبھی نہیں گئے تھے؟

راقم۔ جسمانی حالت میں کبھی نہیں گیا تھا۔

معتقد۔ پھر آپ کے نزدیک اس واقفیت کی کیا وجوہات ہیں۔

راقم۔ میں اسے عقلی دلائل کی رُو سے جانتا ہوں اور میرے نزدیک اس واقفیت کا ذریعہ وہ غیر مرئی لطیف جسم ہے جو دُور دراز ممالک میں دَورہ کر سکتا ہے اور جس نے کسی ایک گشت میں ان مقامات کی سیر کی ہو اور پھر میرے قلب پر روحانی طور پر اُس کا اثر اس طرح متمکن اور ثبت ہو گیا ہو کہ میں نے اس واقفیت کو واضح سمجھ لیا ہو اور خیال کرنے لگوں کہ میں جسمانی طور پر اُن مقامات کو دیکھ چکا ہوں یہ کوئی انوکھا اور عجیب فلسفہ نہیں ہر ایک شخص جانتا ہے کہ عالم رؤیا میں ہم کیا کیا دیکھتے اور کس طرح جسمانی عالم میں لوٹ کر اُس روحانی نظارے سے متاثر رہتے ہیں۔ پس عالم رؤیا کا تجربہ میرے ... کا مصدق ہے۔

اب ملاحظہ ہو کہ تعلیم یافتہ فاضل ہندو اس مسئلہ پر کیا رائے زنی کرتے ہیں۔ مسٹر للکل کھنو ایک مشہور قانون دان اور فاضل ہندو مصنف تحریر فرماتے ہیں " زمانہ حال کا تناسخ دراصل پُرانے جون بدلنے یا اواگون کے اعتقاد کی ذریّت ہے۔ اور جنوبی ہند کے اکثر باشندے تو ابھی تک پُرانی طرز پر اواگون کے قائل ہیں گو یہ عقاید قدیم ہند میں عالمگیر طور پر رائج تھے اور سب ہندو انکے قائل تھے لیکن اب نئی تناسخ ہو یا پُرانی اواگون ہر دو کے حلقہ بگوشوں کی تعداد تنزل پر ہے۔ انسانی حواس و قویٰ کا علم جسکی تعلیم انگریزیا فرانسیسی علما دیتے ہیں بڑی سرعت کے ساتھ اس عقیدہ کی جڑھیں کھوکھلی کر رہا ہے۔ اور اس علم کے پڑھنے والے خوب سمجھنے لگ گئے ہیں کہ تناسخ کا عقیدہ ہی ہندوستان کی توہم پرستی کی جڑھ ہے اور اسی کی بدولت۔ حیوانوں سانپوں اور کیڑے مکوڑوں کی پوجا ہوتی رہی ہے"

ہندوستان کے مشہور اہل قلم ہندو عالم عالی جناب پرتاب چندر معظم دار قابل قدر بنگالی اہل الرائے نے مقام لادل پر ایک معرکۃ الآرا تقریر کے دوران میں فرمایا تھا " قدیم ہندوستان کے تمام مذہبی فرقوں کی تعلیم میں اواگون کا مسئلہ ایک جزو لاینفک کی طرح شامل تھا زمانہ حال میں اس پُرانے اواگون کے نام میں کچھ تبدیلی کردی گئی ہے اور توہم پرست لوگوں کا ایک گروہ اسکا قائل ہے لیکن تعلیم یافتہ آزاد خیال ہندو اس عقیدہ کو بوسیدہ اور زمانہ ماضی کی غیر معقول یادگار سمجھکر خیرباد کہہ رہے ہیں"

ایک نیا مسیح اور تناسخ

اہل اسلام تناسخ کے اُس بھوت کی ہستی سے واقف نہیں جو مسز بیسنٹ اور اُنکے ساتھی مسٹر لیڈ بیٹر صاحب نے تھیوسوفی کی تعلیم میں بند کر رکھا ہے۔ گو مسٹر لیڈ بیٹر کو کرنل اسکاٹ سابق پریزیڈنٹ تھیوسوفی نے ہمیشہ کے لئے اپنی سوسائٹی کی صفوں سے خارج کردیا تھا لیکن مسز بیسنٹ موجودہ میر مجلس سوسائٹی نے نہ صرف کرنل اسکاٹ کی رائے کے خلاف مسٹر لیڈ بیٹر کو سوسائٹی کا کارکن بنا لیا ہے بلکہ اُنکی اعانت و معاونت کے ساتھ وہ تھیوسوفی کے مصفّا اخوت بھرے اصولوں کو تناسخ کے رنگ میں گہرا رنگین کر رہی ہیں۔ وہ اپنی اس دھن میں سخت سرگرم ہیں اور سابقہ کوششوں پر صابر نہیں بلکہ ہر طرح آگے ہی آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ گو مسز موصوف کی طبیعت

میں استقامت نہیں لیکن اُنکی فصاحت و بلاغت مسلّم ہے۔ ان ہر دو امور کے جمع ہونے سے انکی غیر مستقل طبیعت لسانی و لفّاظی کے بازو لگاکر بڑی بڑی لمبی اُڈاریں لگاتی رہتی ہے وہ عیسائیت کی زمین کو عبور کیکے مادیّت کے عالم میں پہنچیں۔ مادیّت سے گذر کر انہوں نے سپرٹزم کے سمندر کی سیر کی۔ اس عالم میں روحوں کا تماشا ملاحظہ کرکے وہ تھیوسوفی کے ملک میں آبراجمان ہوئیں۔ اور اب آپنے دنیا کو ایک نئے مسیح کے جنم لینے کی خبر سنائی ہے اور کہا جاتا ہے کہ پہلے مسیح کی پیدائیش پر داناؤں نے مشرق میں ایک ستارہ دیکھا تھا بس اُس ستارہ کے زیر احکام یہ نیا مسیح پیدا ہُوا ہے۔ اس نئے مسیح کی "محافظ" خود مسز موصوفہ ہیں۔

آئیندہ مسیح ہوکر ظاہر ہونے والے لڑکے کا اصلی نام کرشنا مورتی ہے اور مسز بیسنٹ کے بخیال اُسے الکیون کے نام سے پکارتے ہیں۔ مسٹر لیڈبیٹر اور مسز بیسنٹ نے اُسکے گذشتہ جنموں کی کیفیت معلوم کی ہے اور بخیال خویش گذشتہ ہزاروں برس کے زمانہ کو عبور کرکے یہ معلوم کیاہے کہ کرشنا مورتی ابتک ۳۲۰ جنم لے چکاہے۔ بنارس کے سالانہ جلسہ پر انگریزی بولنے والے تھیوسوفسٹوں نے تو اس لڑکے کی دو زانو ہوکر تعظیم کی اور ہندوؤں نے جنھیں الکیون کا بھائی میزار بھی تھا اسکے پاؤں پر سر رکھکر اُسے پرنام کیا۔

اس نئے مسیح کو تھیوسوفی کے تمام ممبروں نے تسلیم نہیں کیا چنانچہ بہت سے ہندو اور یورپین جن میں مسز سنٹٹ بھی شامل ہیں اب کھلم کھلا مسز بیسنٹ کے مخالف ہیں اور علانیہ کہتے ہیں کہ موجودہ تھیوسوفی اب وہ نہیں رہی جو ۱۸۹۱ء میں تھی۔

مسز بیسنٹ کے نئے مسیح کے ساتھ ہی یسوع مسیح اور اُنکی تکالیف کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے اسپر غور کرنے سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح جیسے نیک وجود کو کیوں اس قدر تکالیف برداشت کرنی پڑیں؟ تناسخ اور مسئلہ کرم کے معتقدین اس کا یہ جواب دینگے کہ وہ سب کچھ سابقہ جنم کی غلطیوں کا نتیجہ تھا یا یوں کہیں کہ انکو جسقدر صعوبتیں جھیلنی پڑیں وہ سب اُنکے سابقہ جنم کے کبیرہ گناہوں کا خمیازہ تھا اچھا پھر اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ واقعی ایسا ہی ہوگا تو یہ بھی ماننا پڑےگا کہ نیپولین اعظم کا ہر میدان میں کامیاب ہونا اور ہر جگہ اور ہر میدان سے فتح و ظفر کا پرچم لہراتے ہوئے واپس آنا ظاہر کرتا ہے کہ فاتح

نپولین سابقہ جنم میں کوئی بہت ہی اچھا آدمی ہوگا۔ اگر تناسخ مسکین وغریب یسوع مسیح کو گنہگار اور خونخوار ملک گیر نپولین کو اچھا آدمی ثابت کرتا ہے اور اسی کا نام نصفت شعاری رکھا جاتا ہے تو اس کا دنیا نے بہت تجربہ کر لیا ہے اب ضرورت نہیں۔ معاف کیا جائے۔

تناسخ کے مسئلہ نے ہندوستان اور مشرق پر تاریکی کی چادر ڈال رکھی ہے اور تمام ترقیوں کے راستہ میں رکاوٹ ہے کیونکہ جب یہ عقیدہ ہو کہ فانی انسان مرکر اپنے تشخصات۔ یادداشت۔ اور معتقدات کو عالم ارواح میں بھی ساتھ لیجاتا ہے۔ مگر پھر بھی اسے ترقی کا کوئی موقعہ نہیں ملتا اور نہ ہی دوبارہ جنم لینے کے سوا نجات حاصل ہوتی ہے اور اس غرض سے جیئو زمین کے قریب قریب گشت لگاتا اور ہر وقت اسی تلاش و کوشش میں منہمک رہتا ہے کہ کسی طرح کوئی جسم داخل ہونیکے لیئے ملجائے یا کوئی صورت رحم مادر میں جاکر دوبارہ پیدا ہونیکی نکل آئے وغیرہ وغیرہ۔ تو کیونکر یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ انسان ترقی کے لیئے پیدا ہوا ہے اور ارتقا کے میدان میں تیز گام دوڑ رہا ہے

ریورنڈ ڈاکٹر سیوج ساکن نیویارک جو کہ ایک قابل و فاضل یونیٹیرین اور سپرچولسٹ ہیں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں " میرے نزدیک تناسخ کا مسئلہ ہر طرح سے ایک مایوسی افزا عقیدہ ہے۔ مجھے اسپر اسقدر حیرت و تعجب آتا ہے کہ اسکے بیان کرنے کو مجھے الفاظ تک نہیں ملتے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمام ہندو اور تمام بدھ اپنی تمام طاقت۔ فلسفہ اور مذہب سے اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ جس طرح ہو سکے جنم مرن کی قید سے نجات پائیں یا نروان حاصل کریں لیکن ہم پر افسوس ہے کہ ہم اس تناسخ کو ایک نو دریافت شدہ اور دل پسند اصل سمجھکر اپنے معتقدات میں داخل کر رہے ہیں قبل ازیں کہ اس اعجوبہ کو اختیار کیا جائے کیا ہمارا یہ فرض نہیں ؟ کہ ہم تناسخ کے اصل معتقدین یعنی ہندو اور بدھوں سے دریافت کریں کہ وہ کیوں اس چکر سے مخلصی کے لیئے سخت جدوجہد کر رہے ہیں ؟"

ذیل میں ہم چند ایک وجوہات درج کرتے ہیں جنکی بنا پر اہل علم و فہم نے تناسخ کو رد کر دیا ہے۔

۱۔ اس مسئلہ کی بنیاد کسی ایک مضبوط مستقل۔ اور با دلائل واقعہ صحیحہ پر نہیں۔

۲۔ یہ عقیدہ ارتقا کے عظیم الشان اور اہم مسئلہ کا مخالف بلکہ ضد ہے۔

۳۔ تناسخ کے ۸۰ کروڑ معتقدین کی تعداد برہمنوں۔ بدھوں۔ تبتیوں اور جینیوں پر مشتمل ہے

اور یہی لوگ ہیں کہ روئے زمین پر اسوقت سب سے زیادہ جاہل۔ توہم پرست۔ اور وہمی ہیں۔
۴۔ اس مسئلہ پر اعتقاد رکھنے سے روح کی تذلیل ہوتی ہے کیونکہ اس کے ماننے سے روح کو بلندی سے پستی کی طرف آنا پڑتا ہے حالانکہ جسم کی قید سے آزاد ہوکر انسان کی روح کو روحانی لطیف عالم میں بلند پروازی کرنی اور فرشتوں یا آسمان کے نورانی .... باشندوں یا ان سے بھی آگے بڑھکر ان نورانی وجودوں کا سردار بننے کی کوشش کرنی چاہیئے تھی۔
۵۔ تناسخ کا عقیدہ قوت حافظہ کو نیست و نابود یا عملاً ناکارہ بنا دیتا ہے کیونکہ اسکے ماننے سے جیو کی نسبت یہ گمان کرنا لازمی ہے کہ ایک جون سے دوسری جون بدلتے وقت آتمن اپنی قوت حافظہ کھو بیٹھتا ہے۔ حالانکہ قوت حافظہ کے بغیر کسی ترقی کا حاصل کرنا یا تجربہ سے فائدہ اٹھانا محال ہے اور قوت حافظہ ہی انسان کی ذاتی خصوصیت اور معرفت کے احساس کی عمارت کیلئے کونہ کا پتھر ہے۔
۶۔ تناسخ کا مسئلہ قانون قدرت کے مسلمہ دفعات کی خلاف ورزی کرتا ہے مثلاً تناسخ کے رو سے تو انسانی روح سوٗر اور کتے۔ بندر۔ سانپ کی صورت میں جنم لے سکتی ہے لیکن قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ معدنیات ترقی کرکے نباتات۔ نباتات بتدریج حیوانات بنجاتے ہیں اور جنین بڑھکر بچہ۔ بچہ سے جوان مرد اور اس سے آگے آزاد روح کی حالت اختیار کرلیتا ہے اور اسی طرح ترقی کرتے کرتے نورانی طبقات کی سیاحت کرتا اور بے شمار خوبصورت و دلپذیر عالموں میں سے گذرتا ہے۔
۷۔ یہ تعلیم ہی سراسر غیر منصفانہ بلکہ کینہ توزی سکھانیوالی ہے کہ ایک روح سابقہ جنم کی غلطیوں پر موجودہ جنم میں گرفتار ہوتی اور صعوبتیں جھیلتی ہے۔ حالانکہ اُسے اپنے گناہوں کا نہ احساس ہے اور نہ اُنکے ارتکاب کی شمہ بھر یاد ہے۔
۸۔ یہ عقیدہ انسانی فطرت کی معقول پسندی اور رحم و عفو کے جذبات کا مخالف ہے کیونکہ کرموں کا مسئلہ جسپر تناسخ کی بنیاد ہے رحم و محبت کی ضد اور عفو و ہمدردی کا دشمن ہے۔ اگر کوئی غمزدہ مصیبت کا مارا مدد کیلئے چلائے تو کرم کا بے رحم دیوتا اسے جواب دیگا کہ "تم نے گذشتہ جنم میں گناہ کیا تھا اسلئے تمھاری آہ و بکا گریہ وزاری جان کنی اور کراہنا سب بے سود ہیں نہ تمھاری کوئی شکایت مسموع ہوسکتی ہے اور نہ تمکو کوئی امداد دیجا سکتی ہے۔ صرف ایک ہی علاج ہے وہ یہ کہ پھر اور جنم لو دوسرا جسم دوسرا نام اختیار کرو تب شاید اس تکلیف میں کچھ تخفیف ہوسکے۔"

۹- یہ مسئلہ ریاضی کی سی صحت۔ استقرائی دلائل اور براہین بینہ کی جگہ۔ ایسا دقیانوسی فلسفہ اور ایسے ایسے ہندو قیاسات اور لایعنی دعاوی پیش کرتا ہے جو ایک ہی نظر میں پایہ ثبوت سے خارج فہم و ادراک کی گرفت سے ساقط اور فلسفہ کے احاطہ سے باہر ہیں۔

۱۰- اس عقیدہ کی نہ کوئی پختہ بنیاد ہے اور نہ ہی اس کا مدار کسی سائنس کے دریافت یا تسلیم کردہ صحیح اصول پر ہے بلکہ مشرقی و مغرب کے قیاسات کو ملا کر ایک مرکب تیار کر لیا ہے جس میں ہندو جادو کو قرون وسطی کی الکیمیا میں حل کر دیا ہے اس معجون مرکب کے اثر سے روح کو بار بار جینے اور مرنے کا چکر کاٹنا پڑتا ہے اور آخر اس کا دماغ پراگندہ ہو جاتا اور مادے کے ایک مایوس کن گڑھن میں چھپ جاتا ہے۔

۱۱- اواگون کا مسئلہ ہندوستان میں ہزارہا برس سے ایک ہر دلعزیز عقیدہ رہا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہندو قوم عرصہ دراز سے روحانی فالج کے امید شکن مرض میں مبتلا ہے۔ جس کے متعلق کرنل اسکاٹ لکھتے ہیں " ہندوستان کے گہرے دوستوں اور اس ملک کے وطن پرست فرزندوں نے مجھ سے یہاں کے لوگوں کی قابل افسوس اخلاقی حالت اور عام تنزل کی شکایت کی ہے۔ دیسی ججوں نے مارے شرم کے اپنا سفید سر نیچا کر لیا ہے جبکہ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ہمارے ہموطنوں میں جھوٹ بولنے کی قبیح عادت اور جعلسازی کا خوفناک جرم ایک اندیشناک حالت تک ترقی کر گیا ہے اور انہوں نے مجھ سے کہا غضب تو یہ ہے کہ لوگ اپنے جھوٹ کا اقرار کرتے وقت ذرا بھی آنکھ نیچے نہیں کرتے اور نہ ہی انکو شمہ بھر اس بات کا احساس ہے کہ انہوں نے کوئی قابل شرم حرکت کی ہے،، اب ہم تناسخ کے نتائج کی اور کیا تشریح کریں ؟ ہمیں صرف اس خیال سے صدمہ ہوتا ہے کہ بعض وہمی - توہم پرست انگریز اور چند ایک ہمارے اپنے ہموطن اس کوشش میں مصروف ہیں کہ امریکہ کے ہوشیار معقول پسند اور بیدار مغز باشندوں کو اس غیر معقول عقیدہ کی غلامی کا طوق پہنائیں۔

۱۲- تناسخ کا عقیدہ علوم طبعی و ذہنی کے مخالف- فلسفہ روحانی اور فلسفہ تناسب کی ضد ہے۔ اور قوائے فطری جنکی روشنی کی شعاعیں آسمان کے اندرونی طبقات تک پہنچتی ہیں صاف طور پر اس مسئلہ کی تغلیط .... کرتے ہیں یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تھیوسوفسٹ لوگوں کی ایک تعداد

اور وہ بھی بعض زمینی اور غیر ترقی یافتہ ہندو پنتر ہیں - جو اس قابل افسوس اور تنزل پذیر شکل کی تصدیق کرتے اور عالم ارواح میں اسکی تعلیم دیتے ہیں - لیکن جوں جوں زمانہ گذرے گا وہ بھی اس عقیدہ کے جال سے نکل جائیں گے اور جسطرح ادنیٰ اشیا ترقی کر کے اعلیٰ مدارج اختیار کر لیتی ہیں اسی طرح وہ بھی اس وہم کی قید سے آزاد ہو جائیں گے -

ا - واضح ہے کہ تمام جرمن اور انگریزی زبان بولنے والے سائنس دان تناسخ کے منکر ہیں -

ب - روحانی مسائل پر بحث و مباحثہ ہوکر جسقدر نتائج مرتب کیئے گئے ہیں وہ سب کے سب تناسخ کی تکذیب کرتے ہیں -

ج - علم حواس و قوائے انسانی جس کی رو سے استخراجی اور استقرائی مشاہدات کی بنا پر قلب کے فرائض تقسیم کیئے گئے ہیں صاف صاف اس عقیدہ کی لغویت پر دال ہے -

د - یہ عقیدہ اُس فلسفہ کا بھی مخالف ہے جو سچائی کا ثمرہ اور دلائل کا سیراب کردہ ہے تناسخ اُس سخت منطق کی بھی مدمقابل ہے جسکی عمارت قانونِ قدرت کی محکم بنیادوں اور مضبوط اصول پر کھڑی کی گئی ہے -

و - یہ مسئلہ اُن علوم متعارفہ کی بھی خلاف ورزی کرتا ہے جن کے رُو سے یہ بتایا گیا ہے کہ (۱) جو اشیاء ایک ہی شئے کے ساتھ ساتھ موجود ہوں وہ باہم یکدگر بھی اکٹھی موجود ہوتی ہیں - (۲) اور یہ کہ جو کچھ کل کی نسبت صحیح ہو اُس کا اطلاق اسکے ہر جزو پر بھی ہو سکتا ہے - مثلاً انسانوں کی مختلف نسلیں اور سلسلے ایک ہی جماعت اور قانون کے تابع ہیں - یعنی ارتقا کا مسئلہ جسطرح جماعت پر اثر ڈالتا ہے اسی طرح وہ ہر جزو پر بھی عائد ہو سکتا ہے - اور اپنی زبردست عظیم الشان طاقت کے بل پر انسانی ضمیر اور روح کو اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کی طرف رہنمائی کرتا رہتا ہے - اور بس اسکی ایک ہی منزل مقصود — ایک ہی قاعدہ کلیہ - ایک ہی زندگی - ایک ہی اخوت اور ایک ہی انجام ہے یعنی ہمیشہ ہر حالت میں ترقی کی طرف لیجاتا اور تنزل سے بچاتا ہے -

بالآخر میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ ہندو تناسخ یا ترمیم شدہ مسئلہ اواگون جسکی طرف اہل امریکہ کو دعوت دیجارہی ہے دراصل ایک دعویٰ بے دلیل - ایک بے بنیاد خواب - ایک تاریک تہ یا اس ہے جو سائنس اور فلسفہ کے ستاروں کی روشنی پہنچنے پر خود بخود فنا ہو جائیگا اور جسطرح موسم

بہار کی شبنم ماہ جون کے سورج کی آمد پر بلا تاخیر رخصت ہو جاتی ہے اسی طرح مسئلہ تناسخ کو سائنس اور فلسفہ کی مزید ترقی کے ظہور پذیر ہونے پر بلا حیلہ و حجت قعر گمنامی میں کود نا پڑیگا۔

اس تحریر کو ختم کرنے سے قبل میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے عمداً تناسخ کے خلاف تیز اور قدرے سخت الفاظ کا استعمال کیا ہے اور ایسا کرنے میں میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ مجھے معذور خیال فرمائیں گے کیونکہ میرے نزدیک یہ مسئلہ محض مشرقی ردّیات کا ایک جزو اعظم ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہ انسانی ترقی کے لیئے سدّ راہ ہے۔ ورنہ سچائی سے میری محبت سخت گہری اور ایسی وسیع ہے جیسی کہ دنیا کی مختلف اقوام ہیں۔ میں تمام بنی نوع انسان کو اپنے بھائی خیال کرتا ہوں میرا مقصد اعلیٰ صرف یہی ہے کہ میں چار دانگ عالم میں امن و سخاوت کی شرافت افزا زندگی پیدا کروں اور روحانیت و تناسب کی روشنی کو تیزی سے بڑھتا اور بنی نوع انسان کے دماغ و قلوب کو روشن و منور کرتا ہوا دیکھوں۔

نوٹ:۔ ہمیں امید ہے کہ ریویو کے ناظرین ڈاکٹر پیبلس کے عالمانہ مضمون کا مطالعہ کر کے محظوظ اور ہندوؤں بدھوں اور تھیوسوفی کے تعلیم کردہ مسئلہ تناسخ کی فاضلانہ تردیدی دلائل سے مستفیض ہوئے ہونگے۔ ہم ڈاکٹر صاحب کے دلائل اور خیالات متعلق تناسخ کو جائز اور حق بجانب سمجھتے ہیں لیکن یہ بتا دینا بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم کو فاضل مضمون نگار سے اُنکے بعض خیالات میں اتفاق رائے نہیں ہمیں یہاں تک تو ڈاکٹر صاحب سے اتفاق ہے کہ تمام اشیاء ترقی کی طرف جاتی ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ انسان کے لیئے ترقیات کی کوئی حد نہیں۔ اور شاہ راہ ترقی پر وہ غیر محدود اور بیشمار منزلیں طے کر سکتا ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے اور ہم نے اس کی بارہا اس رسالہ میں توضیح بھی کی ہے کہ آئندہ کی زندگی اس دنیاوی زندگی کا تسلسل ہے اور اُس کے بعد انسانی روح ہمیشہ لا انتہا ترقیاں کرتی رہیگی۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس کثیف جسم کو چھوڑ کر روح ایک لطیف جسم اختیار کرتی ہے کیونکہ روح جسم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ ہمارا یہ بھی مذہب ہے کہ روح ازلی نہیں بلکہ رحم مادر میں جب بچہ چھٹے درجہ پر پہنچتا ہے تو اس میں روح پیدا ہوتی ہے (ملاحظہ ہو ریویو آف ریلیجنز انگریزی بابت جولائی و دسمبر ۱۹۱۲ء مضمون زیر عنوان روحانی اور جسمانی ترقی کے مدارج) مگر انسانی ترقی اُسکے انسانی احاطہ سے ہی شروع ہوتی ہے اور ہمارا یہ مذہب نہیں کہ۔۔

نوٹ اور ریویو

صحیح بخاری کا درس آجکل حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے درس قرآن مجید کے ساتھ صحیح بخاری کا درس بھی شروع کیا ہوا ہے۔ شیخ یعقوب علی صاحب نے بیرونی دنیا کو اس دریائے معرفت سے بہرہ مند کرنیکے لیئے اس درس کے نوٹوں کو مرتب کرکے شائع کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ پہلے پارہ کے نوٹ بالکل تیار ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے اپنی دلی آرزو ظاہر فرمائی ہے کہ یہ نوٹ شائع ہوں۔ خود بھی مدد دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور سلسلہ کے اخباروں میں اسکے متعلق اشتہار دینے کیلئے ہدایت فرمائی ہے۔ نوٹ کیا ہیں دراصل صحیح بخاری کی ایک عجیب غریب شرح ہے جسکی نظیر کم از کم اردو زبان میں نہیں ملے گی اور انمیں بعض ایسے دُرِّ بے بہا ہیں کہ عربی شروح میں بھی نہیں ملیں گے ہر ایک حدیث کا ترجمہ اردو میں دیا گیا ہے اور نیچے حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے بیان فرمائے ہوئے معارف و نکات غریبہ درج ہیں۔ شیخ صاحب کے نام اسکے متعلق خط و کتابت ہونی چاہیئے۔

ایک حق طلب کی فریاد یہ ایک خط ہے جو مولوی عبد المجید صاحب بی۔ اے گورنمنٹ پرشین ٹرنسلیٹر سکرٹیریٹ کلکتہ نے لکھا ہے اس خط کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا لکھنے والا ایک نہایت منصف مزاج اور بالکل تعصب سے خالی اور ساتھ اسکے فہیم اور دقیقہ رس انسان ہے انہوں نے نہایت متانت سے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق چند دلائل کو پیش کرکے مخالفین سے نہایت سنجیدگی سے سوال کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ایسے شخص کو صادق تعیین نہ کیا جاوے۔ ایک حق طلب کی فریاد اس کتاب کا نہایت ہی موزون خلاصہ ہے۔ کاش کہ ہمارے مخالفین میں بھی کوئی ایسا منصف مزاج آدمی ہوتا جو ایسی ہی متانت سے ایسے حق طلب کی فریاد کی طرف توجہ کرتا۔ رسالہ تو سارا ہی لطیف ہے مگر ہم ناظرین کے فائدہ کیلیئے فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون پر جو ایک لطیف نوٹ اُنہوں نے لکھا ہے اُسکو یہاں درج کرتے ہیں "کامل چور بننے کیلیئے پہلے اٹھائی گیرا۔ گرہ کٹ چھوٹی چھوٹی چیزوں کا چورانیوالا ہونا چاہیئے۔ چور جھونپڑوں میں نقب زنی کرتے کرتے آخر ترقی کرتا ہے تب کہیں شاہی مکان یا سرکاری خزانہ میں نقب لگاتا ہے یہی آئین اور دستور دنیا کا جاری ہے۔ ایسا کہیں نہیں دیکھا گیا ہے کہ ایک سیدھا سادا انسان چوری کرنے لگے تو پہلے بادشاہ کے گھر سے شروع کرے اسیطرح اگر کوئی مفتری علی اللہ ہو سکتا ہے تو وہ پہلے بچپن سے ماں باپ بھائی خویش اقارب احباب تھیوز بہتان باندھنا سیکھے گا تب کہیں خدا پر جھوٹ بولیگا

ہماری کافوری جنتری سنہ ۱۹۱۳ع کی جس میں پوری فہرست اور سارٹیفکٹ درج ہے۔ بلاقیمت و محصول بھیجی جاتی ہے

بچوں کیلئے لال شربت بچوں کیلئے لال شربت بچوں کیلئے لال شربت بچوں کیلئے لال شربت بچوں کیلئے لال شربت

ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا
لال شربت ٭ لال شربت

ماں دینا میٹھا میٹھا لال شربت

بچے لڑکے اور پرسوتی کی طاقت بڑھنے کے ساتھ روزمرہ بدن میں نئے حصے یا ذرے بنتے اور بڑھتے ہیں اور یہ خون سے طاقت ہوتی ہے۔ اگر خون کمزور اور رقیق ہو جاوے تو بچے کو کئی بیماریاں ہوتی ہیں۔ پرسوتی کی کبھی ایسی ہی حالت ہوتی ہے گود کا بچہ ماں کے دودھ سے پلتا ہے۔ اسلیئے اسکی ماں کے بدن میں پورے طور پر تازہ خون ہونا چاہیئے۔ اگر کمی ہوئی تو بچہ اور پرسوتی دونوں ہی مریض ہو جاتے ہیں شیرخوارہ بچے کو اکثر بدہضمی رہتی ہے دودھ پیتے ہی قے کر دیتے ہیں۔ پائخانہ گاڑھا اور پتلا ہوکر پیٹ اونچا ہو جاتا ہے۔ ہاتھ پاؤں لاغر ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالتمیں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نہیں رہتی۔ دانت جلد نکلتے ہیں اور نکلتے وقت کوئی تکلیف نہیں۔ زچہ کو دودھ زیادہ کرتا ہے سستی نہیں رہتی غذا ہضم ہوتی ہے۔ بخار وغیرہ کو روکتا ہے اگر بچہ کو کھانسی ہو جاوے تو لال شربت سے جاتی رہتی ہے

قیمت ۱۲ار محصول ۴ر محصول ۲ر ۳ شیشی عہ محصول ۱ر

بچوں کیلئے لال شربت بچوں کیلئے لال شربت بچوں کیلئے لال شربت بچوں کیلئے لال شربت بچوں کیلئے لال شربت

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔